b\Naqeeb\Naqeeb Final Copies From 25 septmeber to 25 December2017\06.11.2017 Naqeeb.inp 07/04/39 12:02 & PAGE 1 (1,1)

:\Users\Rashid\Desktop\3
copy.jpg not found.


ہفتہ وار

# نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

**مدیر**
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

**معاون**
مولانا رضوان احمد ندوی



- ■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- ■ دینی مسائل
- ■ حضرت مولانا انوار احمد جامعیؒ
- ■ حج کے بعد زندگی میں تبدیلی کی ضرورت
- ■ حلال روزی میں خیر و برکت
- ■ شرمناک
- ■ انصاف سے ہوگا بدعنوانی کا خاتمہ
- ■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب و صحت
- ■ آزادی اور فسادات کی قانونی حیثیت


جلد نمبر 55/65 شمارہ نمبر 43 مورخہ ۱۶/ صفر المظفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۶/ نومبر ۲۰۱۷ء روز سوموار

## بھوک

**بھوک** کی کئی قسمیں ہیں، بعض سے روح کو ہلاکت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بعض سے جسم کو، وہ بھوک جو روح کو فنا کرتی ہے، اس پر گفتگو پھر بھی ہوگی، آج اس بھوک کا تذکرہ کرنا ہے، جس سے انسان جسمانی طور پر موت کے گھاٹ اتر جاتا ہے، اس بھوک کو مٹانے کے لئے سرکاری سطح پر بھی انتظام کیا جاتا ہے، غلے فراہم کیے جاتے ہیں کمزوروں اور ضعیفوں کو رقم دی جاتی ہے؛ تاکہ وہ اپنی ضروریات زندگی خرید کر پیٹ کی اس آگ کو بجھا سکیں، جوان کے جسم کو خاکستر کرنے پر تلی ہوئی ہے، سستے غذائی اجناس کی فراہمی، سستے ریسٹورنٹ اور سستے کھانے کا انتظام بھی بعض جگہ سرکاری سطح سے کیا جاتا ہے، یہ عمل ایک رفاہی ملک کے لئے ضروری بھی ہے اور اس کی ذمہ داریوں کا ایک حصہ بھی، اس کی وجہ سے غریبوں کو دو وقت کی روٹی مل جایا کرتی ہے، لیکن اب سرکار عوام کا ہر قسم کا لیکھا جوکھا اپنے پاس رکھنا چاہتی ہے، انسان کی جو ذاتی معلومات ہوتی ہیں اور جو اس کے رازدارانہ زندگی گذارنے کے بنیادی حق میں شامل ہیں، اسے بھی سرکار حاصل کرنا چاہتی ہے اور اسی وجہ سے اس نے ساری چیزوں کو آدھار کارڈ سے جوڑنے کی مہم چلا رکھی ہے، بینک اکاؤنٹ اور موبائل تک آدھار کارڈ سے جوڑے بغیر اس کی خدمات باقی نہیں رکھی جاسکتی، اور اب راشن کارڈ بھی اس کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے، جھارکھنڈ کے سمڈیگا میں ایک بچی کے متعلقین آدھار کارڈ سے نہیں جڑے ہوئے تھے، جس کی وجہ سے راشن نہ اٹھا سکے اور کئی دن سے بھوکی پیاسی گیارہ سالہ سنتوش نے بھات بھات کہتے دم توڑ دیا، یہ ایک واقعہ ہے جو اتفاقیہ طور پر منظر عام پر آ گیا، ورنہ پورے ہندوستان میں روزانہ ایسے واقعات پیش آرہے ہیں، اور یہ سب حکومت کے اس دعوے کے باوجود پیش آرہے ہیں کہ کسی کو بھی بھوک سے مرنے نہیں دیا جائے گا۔

عالمی فوڈ پالیسی ریسرچ انسٹی چیوٹ نے ایک سو انیس ممالک کے سروے کے بعد دنیا کے بھوکے لوگوں کا اشاریہ (عالمی ہنگر انڈکس) پیش کیا ہے، اس انڈکس کے مطابق ہندوستان سوویں مقام پر آ گیا ہے، گذشتہ سال کی فہرست میں یہ سنتانوے اور ۲۰۱۵ء کے اشاریہ میں ایک سو ستر ملکوں کی فہرست میں اسی نمبر پر تھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ گذشتہ تین سالوں میں ہندوستان میں بھوکے لوگوں کی تعداد اتنی بڑھ گئی ہے کہ پینتالیس درجے یہ ملک نیچے چلا گیا ہے، تین سال قبل یو پی اے حکومت میں اس کا نمبر پچپن تھا، اچھے دن آئے، وکاس ہوا، امیر، امیر ہو گیے اور غریبوں کی غربت تیزی سے بڑھی، غربت اور بھوک کا چولی دامن کا ساتھ ہے، اس لیے ملک کی عوام مزید بھوک مری کی شکار ہوگئی ہے، اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق ۲۳/ فی صد بھوکے لوگ صرف ہندوستان میں رہتے ہیں، انیس کروڑ لوگ دو وقت کی روٹی کے لیے محتاج ہیں اور 19.7 فی صد لوگ غذائیت کی کمی کا سامنا کر رہے ہیں، اڑتیس فی صد پانچ سال سے کم عمر بچوں کو ایسی خوراک نہیں مل پا رہی ہے، جو ان کی ذہنی اور جسمانی نشو نما کے لیے ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ 35.7 فی صد بچوں کا جو وزن اس عمر میں ہونا چاہیے وہ اس سے دور ہیں، 51 فیصد نوجوان خواتین کو خون کی کمی کا سامنا ہے، سرکاری اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ ہندوستان میں 35.6 فی صد عورتیں اور 34.2 فی صد مردوں کا بی ام آئی (باڈی ماس انڈکس) 18.5 سے کم ہے، یہ انسانی جسم میں غذائیت کی جانچ کا ایک فارمولہ ہے، جس کے مطابق 16 سے 16.9 تک کے لوگ بری طرح عدم غذائیت کے شکار سمجھے جاتے ہیں، 16 سے کم والے بھوک مری کی کگار پر ہوتے ہیں، اس وقت ہندوستان گلوبل ہنگر انڈکس میں 31.4 پوائنٹ پر ہے، جو سنگین فاقہ کشی کی علامت اور پہچان ہے، ہندوستان میں مدھیہ پردیش اس معاملہ میں سب سے آگے ہے اور اس کا شمار ایتھوپیا اور وسطی افریقی ممالک سے کیا جاتا ہے، جہاں بھوک سے مرنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے، ہندوستان اقوام متحدہ کی تجویز کے مطابق بھوک مری سے نمٹنے کے منصوبوں پر کام کر رہا ہے، اور اس کا خیال ہے کہ 2022 تک بھوک مری پر قابو پا لیا جائے گا، اس کام کے لیے حکومت نے نیتی آیوگ کے ساتھ تین اور وزارت کو اس میں شریک کر کے مشترکہ پروگرام چلانے کا منصوبہ بنایا ہے، (بقیہ صفحہ ۱۱/ پر)

## بلا تبصرہ

"ایک رپورٹ کے مطابق ہندوستان میں تقریباً تین کروڑ پچاس لاکھ بچے اب بھی اسکولوں سے باہر ہیں، ان میں دو تہائی لڑکیاں ہیں، ہندوستان میں پینتیس فی صد لوگ اب بھی ناخواندہ ہیں، یہاں تیس فی صد ابتدائی اسکولوں میں وسائل کی کمی ہے، ایک تہائی اسکول صرف ایک استاذ کے سہارے چل رہے ہیں، سرکاری اسکولوں میں معیار تعلیم کی کمی اور اساتذہ سے وقتاً فوقتاً دوسرے کام لینا بھی تعلیم کے لیے نقصان دہ ہے۔"

(شیلندر کمار پانڈے، ہندوستان ۳۰/ اکتوبر ۲۰۱۷)

## بین السطور

## اختلاف

"اختلاف و انتشار ہی اس امت کی اصل ناکامی کا سبب ہے، اور اسی روگ نے ان کی شان و شوکت کو خاک میں ملا دیا اور افسوس کہ اس روگ کے گندے جراثیم اس امت کی سوچ و فکر اور تہذیب و ثقافت میں بھی سرایت کر گیے ہیں، اختلاف و انتشار کے زہر میں ڈوبی ہوئی ہر فکر کے ہم نوا اور اس پر مر مٹنے والوں کی الگ الگ ٹولیاں ہیں، جو دوسروں کو اپنے نظریہ کو اختیار کرنے کی دعوت دیتی ہیں، بلکہ اپنے نظریہ کی نشر و اشاعت اور دوسرے مکتبہ فکر کی تغلیط پر اپنی ساری توانائیاں صرف کر رہی ہیں۔"

(شیخ احمد بن حمد خلیلی، مفتی اعظم سلطنت عمان)

## صوفیہ

**قدیم** زمانے میں جب بچوں کو بہلانے پھسلانے اور کھیلنے کے اتنے ذرائع نہیں تھے تو خصوصی طور سے بچیوں کے لئے گڑیا بنایا جاتا تھا اور اس سے بچوں کو بہلایا جاتا تھا، وہ شوق سے گڑیا بناتی تھیں اور گڈے گڑیوں کی شادی بیاہ تک رچائی جاتی تھی، نوابوں کے یہاں تقریب کے تذکرے بھی اس عنوان سے کتابوں میں ملتے ہیں، بعض روایتوں میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گڑیا سے کھیلنے کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ زمانہ جیسے جیسے بدلتا رہا، گڑیا کی قسمیں بدلتی گئیں، پہلے لکڑی کے اوپر کپڑے میڈھ دیے جاتے تھے، سوتی دھاگے سے آنکھ ناک کان بنا دیا جاتا تھا، اور بچے بچیوں کے لیے یہ کافی سمجھا جاتا تھا، لیکن بعد کے دور میں یہ گڑیے پلاسٹک میں بدل گیے اور اس نے صنعت کی شکل اختیار کر لی، چین نے اس صنعت میں نام بھی کمایا اور خوب پیسے بھی بٹورے، کسی بھی کھلونے کے مارکیٹ میں چلے جایئے بازار کھلونوں سے بھرے ہوتے ہیں، اور ان میں بہت ساری قیمتی چھوٹی بڑی ڈول یعنی گڑیوں کا تناسب زیادہ ہوتا ہے، اور آج بھی یہ کھلونے بچوں میں مقبول ہیں۔

ان گڑیوں اور ڈول نے انسان کو مشینی انسان بنانے کی طرف متوجہ کیا، یہ مشینی انسان روبوٹ کہلاتے ہیں، یہ اپنی میموری کے حساب سے چلتے پھرتے، کام کرتے اور مشورے دیتے ہیں، ان کی میموری ان کی ذہانت کی غمازی کرتی ہے، اور انسان بہت سارے ملکوں میں روبوٹ سے خدمت لیتا ہے اور وہ دوسرے لوگوں کی خدمت سے بے نیاز ہو جاتے ہیں، روبوٹ میں جس جس خدمت کی میموری ڈالی جائے گی وہ سارا کام بآسانی انجام دے سکے گا، ابھی چین سے یہ خبر آئی تھی کہ اس نے کوئی ایسی گڑیا تیار کی ہے، جس سے جنسی تعلقات بھی قائم کیے جاسکتے ہیں، اس کے مضر اثرات سماج پر پڑنے لگے حکومت نے اسے ابھی بینڈ کر دیا ہے، تکنیک موجود ہے، کبھی بھی اسے کام میں لگایا جاسکتا ہے۔

یہ حقائق اور تاریخ اس لیے بیان کی گئی ہے کہ صوفیہ کے بارے میں آپ کو واقف کرا سکوں، صوفیہ ایک مشینی عورت ہے، اس کی یادداشت اور میموری ایسی بنائی گئی ہے کہ یہ سارے کام کے ساتھ جاسوسی بھی کر سکتی ہے، انگریزی زبان پر اسے قدرت ہے اور وہ فراٹے سے انگریزی بولتی ہے، البتہ انگریزی کے علاوہ دوسری زبانیں اس کی میموری میں فٹ نہیں ہیں، اس لیے وہ ان سے نابلد ہے، یہ مشینی عورت ہانگ کانگ میں سن روبوٹکس کمپنی نے بنایا ہے، اس کا خالق ڈیویڈ ہیڈسن ہے اور اسے مصنوعی ذہانت سے مالا مال کیا گیا ہے، کہا جاتا ہے کہ وہ ذہین سے ذہین انسان کو مات دے سکتی ہے، اس زاویہ سے صوفیہ نام کی یہ تخلیق جدید ترین ٹکنالوجی اور مصنوعی دانشمندی کا شاہکار ہے، ۱۱/ اکتوبر ۲۰۱۷ء کو اس روبوٹ نے ایک چینل پر نیوز ریڈر اور اینکر کا کام بحسن وخوبی انجام دیا، ۱۲/ اکتوبر کو اقوام متحدہ کے ڈپٹی جنرل سکریٹری کے ساتھ اس نے بات کی اور ان کو اپنا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ میں انسانیت کی مدد کرنے والی مستقبل کی معمار ہوں، قابل ذکر بات یہ ہے کہ سعودی عرب نے اس مشینی عورت کو اپنی شہریت دیدی ہے، اس کو شہریت دینے کا جیسے ہی اعلان ہوا اس نے حکومت کا شکریہ ادا کیا، پوری دنیا میں یہ پہلا ملک ہے جس نے اس مشینی عورت کو شہری کا درجہ دیا ہے، میڈیا والے اس واقعہ کو حیرت سے دیکھتے ہیں کہ آخر صوفیہ کو شہریت دینے کا کیا مطلب ہے، کیا اس طرح سعودی عرب نے صوفیہ کو انسانی عورت کے قائم مقام بنا دیا ہے، یقیناً مشین تو مشین ہی ہے، لیکن اگر اسے شہریت دی گئی ہے تو اس کے شہری حقوق کا کیا ہوگا، فی الوقت تو ایسا لگتا ہے کہ اس کی اہمیت حقیقی عورت سے زیادہ ہے، سعودی میں حجاب اور عبایہ کے بغیر عورتیں باہر نہیں نکل سکتیں، لیکن یہ مشینی عورت جس کا پورا جسم عورت کا ہے کہیں بھی بغیر حجاب اور عبا کے جاسکتی ہے، اس طرح اس کے گھومنے سے سماج پر برے اثرات نہیں پڑیں گے، اور چوں کہ اس کا کوئی مذہب نہیں ہے اور روبوٹ اسلام لانے کا مکلّف نہیں، تو وہ مکہ مدینہ تک ہو آئے گی، کیا بعید کہ اس کی میموری میں کچھ ایسا نظام بھی ہو جو دوسروں کے لیے جاسوسی کے لیے استعمال ہو رہا ہو، کوئی ایسا میکانزم ہو جو پل پل کی خبریں سعودیہ کے دشمنوں تک پہونچا رہی ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ دنوں کے بعد یہ روبوٹ غائب ہو جائے، (بقیہ صفحہ ۱۱/ پر)

# اللہ کی باتیں --- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

## برادران وطن سے حسن سلوک کرو:

﴿اللہ سے امید ہے کہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمہاری عداوت ہے، دوستی کردے، اللہ سب کچھ کرسکتا ہے، وہ بخشنے والا مہربان ہے﴾ (سورہ ممتحنہ: ۷)

**وضاحت**: عہد رسالت میں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو ایمان ویقین کی دولت عطا کی، ان کے خلاف کفار ومشرکین نے محاذ آرائی شروع کردی، چنانچہ صحابہ کرام نے ایسے لوگوں سے اپنے دوستانہ مراسم کو ختم کرلیا، حتی کہ قریبی رشتہ داروں سے بھی قطع تعلق کرلیا، اسی پس منظر میں قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی کہ آج جو لوگ کفر وشرک میں مبتلا ہیں، قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عداوت کو دوستی میں مبدل فرمادے اور انہیں بھی ایمان ویقین کی توفیق عطا کردے اور ایسا ہی ہوا کہ فتح مکہ کے وقت یہ لوگ جوق در جوق اللہ کے دین میں داخل ہوگئے، فطرت اپنی اصل کی طرف لوٹ آئی، یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں انسانوں کو ایک شاہکار مخلوق بنایا، اس کو فہم وفراست اور علم وفن کے ساتھ ظاہری طور پر جس طرح متنوع شکل وصورت میں پیدا کیا، اسی طرح اس کے مزاج ومذاق میں بھی تنوع رکھا، کسی کو سفید رنگ پسند ہے اور کسی کو سیاہ، کسی کی روٹی محبوب ہے تو کسی کو چاول، طبیعتوں کا یہ اختلاف جس طرح مادی چیزوں مین ہے، اسی طرح مصنوعی چیزوں میں بھی ہے، اسی اختلاف فکر ونظر کی وجہ سے دنیا میں ہزاروں مذاہب وادیان موجود ہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ہر ایک کی ذہنی سطح کو سامنے رکھ کر مخاطب کیا اور دلائل آفاق وانفس کے ذریعہ اس کی خوابیدہ صلاحیتوں کو جھنجھوڑا اور توحید ورسالت پر ایمان لانے کی تاکید کی اور کہا کہ اسلام آفاقی مذہب ہے، اس کی تعلیمات فطرت انسانی کے مطابق ہے اور حقیقی معنی میں اسلام میں ہی نجات ہے، اللہ کے پیغمبروں نے انسانوں کی فکری کج روی کو دور کرنے کے لیے اپنی قوموں سے مذاکرات اور مکالمے کئے، خود نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود ونصاریٰ سے مکالمہ فرمایا، قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے: آپ فرمادیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مسلم ہونے میں برابر ہے۔ (آل عمران: ۶۴)

گویا مشترکہ عقائد ونظریات میں یکسانیت ومماثلت ہو تو دعوت الی الخیر کی تلقین کی جائے، یہود ونصاریٰ آسمانی صحیفوں پر ایمان رکھتے تھے، مگر انہوں نے آسمانی کتابوں میں انحراف کرکے اس کی معنویت وافادیت کھودی، قرآن مجید میں ایسے لوگوں کی مذمت بیان کی گئی کہ ان لوگوں کے لیے تباہی جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہین، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، تاکہ اس سے کچھ معمولی دام حاصل کرلیں۔ ان کتابوں میں نبی آخر الزماں پر ایمان لانے کی تاکید کی گئی تھی، جسے انہوں نے مسخ کردیا، اس لیے تمام مذاہب وادیان سے مذاکرے کئے جائیں؛ تاکہ انسانی وحدت وشرافت قائم رہے اور اسلام کے تئیں ان کی غلط فہمیاں دور ہوں، جب آٹھویں صدی ہجری میں سید علی ہمدانی نے کشمیر کی زیارت کی تو اس وقت کے ایک بڑے سادھو سے مکالمہ ہوا سادھو اسلام کی حقانیت کا معتقد ہوگیا اور پھر مشرف بہ اسلام ہوگیا۔

آج مغربی میڈیا اور ذرائع ابلاغ کے ساتھ ملک کے کچھ شر پسند افراد نفرت کا بیج بوکر برادران وطن اور مسلمانوں کے درمیان دوریاں بڑھا رہے ہیں، ہم اس نفرت انگیز مہم کا جواب محبت واخلاق کے ذریعہ دیں، اپنے غیر مسلم پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں، ہدیہ وتحفہ سے بھی محبت پیدا ہوتی ہے، ضیافت ومہمان نوازی بھی کریں تو ان چیزوں سے نفرت کی دیواریں کمزور پڑیں گی اور آپس کے تعلقات میں استحکام وخوشگواری آئے گی۔

## معاف کردیجئے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیٹے! اگر ممکن ہو کہ تمہاری صبح وشام اس طرح گذرے کہ تمہارے دل میں کسی کی طرف سے کدورت، کینہ اور عداوت نہ ہو تو ضرور ایسا کرو، پھر فرمایا کہ میرے بیٹے! یہ میری سنت ہے اور جو شخص میری سنت سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی)

**مطلب**: اسلام مسلمانوں کو باہم متحد دیکھنا پسند کرتا ہے، ان میں انتشار وپراگندگی کو برداشت نہیں کرتا ہے، حدیث مذکور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے پیار ومحبت اور شفقت آمیز لہجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کو نصیحت کی کہ دیکھو کہ اگر تم کو کسی انسان سے کوئی رنج وتکلیف پہونچ جائے تو اسے عفو ودرگذر کرو اور انتقام لینے کا خیال دل سے نکال دو اور صبر کرو اور فرمایا کہ یہی میری سنت ہے۔

ذرا غور کیجئے کہ طائف کے لوگوں نے آپ کو کس قدر اذیتیں پہونچائیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عفو ودرگذر سے کام لیا، ہاں اگر کوئی ظلم وزیادتی کرے تو وہاں بزدلی سے کام لینا کوئی عقلمندی نہیں ہے، بلکہ اس کا دفاع کرنا ضروری ہے اور اگر کسی سے قلبی تکلیف پہونچ جائے تو معاف کردینا چاہئے، انسانی معاشرہ میں اختلاف کا پیدا ہونا ایک فطری بات ہے؛ کیوں کہ ہر شخص کی طبیعت ومزاج الگ الگ ہے اور ہر ایک کا دائرہ فکر ایک دوسرے سے جداگانہ ہے؛ اس لیے آپسی نااتفاقی کا پیدا ہوجانا امر ناگزیر ہے، لہٰذا ایسی شکل میں دل میں نرم گوشہ پیدا کرنا چاہئے، تاکہ معاشرہ میں بدامنی کی فضا پیدا نہ ہوسکے۔ مذکورہ حدیث کے دوسرے حصے میں بتایا گیا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے محبت رکھتا ہے، وہ یقینی طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے اور جو شخص حب سنت کی دولت سے محروم ہے، وہ حب نبوی سے بھی تہی دست ہے۔

# دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

## بچوں کو مسجد میں لانا:

مسجد میں کتنے سال کے بچوں کو لایا جائے؟ کچھ لوگ بالکل چھوٹے بچے کو ساتھ لے آتے ہیں، جو مسجد میں پیشاب بھی کردیتے ہیں، منع کرنے پر مانتے نہیں اور ہنگامہ کھڑا کرتے ہیں، کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دیا جائے۔

الجواب ـــــــــــ وباللہ التوفیق

بچوں میں عام طور پر سات سال کی عمر سے شعور کی ابتدا ہوجاتی ہے، اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچے جب سات سال کے ہوجائیں تو انہیں نماز کا حکم دو۔ ''مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع'' (سنن ابی داؤد: ۱/۷۱ باب متی یومر الغلام بالصلوٰۃ)

لہٰذا صورت مسئولہ میں نابالغ بچے اگر باشعور ہوں، پاکی وناپاکی کو سمجھتے ہوں اور مسجد کے آداب واحترام کا خیال رکھتے ہوں، تو انہیں مسجد میں لانا نہ صرف جائز ہے، بلکہ نماز کی عادت ڈالنے کے لیے مستحسن وپسندیدہ ہے، اور اگر بچے اتنے ناسمجھ اور کم عمر ہوں کہ انہیں پاکی وناپاکی اور مسجد کے ادب واحترام کا کوئی شعور نہ ہو اور ان سے مسجد کے ناپاک ہونے کا ظن غالب ہو، تو ایسے بچوں کو مسجد میں لانا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ مسجد کی طہارت اور اس کے ادب واحترام کا خیال رکھنا بہر حال ضروری ہے۔ ''و یحرم إدخال صبیان و مجانین حیث غلب تنجیسھم وإلا فیکرہ'' (الدر المختار علی ھامش رد المحتار: ۱/۴۴۱ مطلب فی أحکام المسجد) ایسے بچوں کو گھر میں آداب مسجد اور نماز وغیرہ کی تربیت دی جائے، فقط

## نماز میں بچوں کی صف:

نماز میں بچے کہاں کھڑے ہوں، عام طور سے بچوں کو بالکل پچھلی صف میں کھڑا کردیا جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انہیں شرارت اور شوروغل کی مکمل آزادی حاصل ہوجاتی ہے، جس کی وجہ سے بڑوں کی نماز بھی متاثر ہوتی ہے، اور اگر ساتھ کھڑا کرتے ہیں تو تنقید کی جاتی ہے، ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــ وباللہ التوفیق

اگر بچہ ایک ہو تو اس کو مردوں کی صف میں ایک طرف کنارے کھڑا کیا جائے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں دعوت کھانے کے بعد نماز پڑھائی تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور ایک نابالغ لڑکا ضمیرہ بن ضمیرہ ایک ساتھ کھڑے ہوئے اور خاتون خانہ حضرت ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے پیچھے کھڑی ہوئیں۔ ''فقام رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم وصففت والیتیم وراء ہ والعجوز من ورائنا فصلی لنا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتین ثم انصرف.'' (صحیح البخاری: ۱/۵۵، باب الصلوٰۃ علی الحصیر)

علامہ عینیؒ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''و فیہ قیام الطفل مع الرجال فی صف واحد.'' (عمدۃ القاری: ۳/۱۱۲) یعنی نابالغ بچہ ایک ہو تو اس کو صف کے پیچھے نہیں بلکہ مردوں کی صف کے ساتھ کھڑا کرنا چاہئے، اور اگر بچے ایک سے زیادہ ہوں تو مسنون یہ ہے کہ ان کی صف مردوں کی صف سے پیچھے ہو، جیسا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا ''میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ بیان کروں، چنانچہ انہوں نے پہلے مردوں کی صف بنائی، پھر ان کے پیچھے بچوں کی۔'' (سنن ابوداؤد)

لہٰذا بچے باشعور ہونے کے ساتھ تربیت یافتہ اور سلیقہ مند ہوں، مسجد کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھنے والے اور اطمینان وسکون کے ساتھ نماز پڑھنے والے ہوں، تو ان کو مردوں کی صف کے پیچھے کھڑا کرنا چاہئے، لیکن اگر شرارتی ہوں، شوروغل اور دھکم پیل کے ذریعہ لوگوں کی نماز خراب کرنے والے ہوں، یا ازدحام کی وجہ سے ان کے گم ہونے یا بھٹک جانے کا اندیشہ ہو تو اس بات کی گنجائش ہے کہ ان بچوں کے متعلقین ان کو صف میں اپنے ساتھ کھڑا کریں۔

## بڑوں اور بچوں کی صفوں کے درمیان ایک دو صفوں کا فاصلہ:

بڑوں کی صف لگنے کے بعد ایک دو صفیں خالی چھوڑ کر بچوں کی صف لگانا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب ـــــــــــ وباللہ التوفیق

جماعت شروع ہونے کے وقت مسجد میں جو لوگ موجود ہوں، ان کی صفیں لگائی جائیں، بالغین کی صفیں لگنے کے بعد بغیر کسی فصل کے نابالغ باشعور بچوں کی صف لگائی جائے، بعد میں آنے والے حضرات اگر بڑوں کی صف میں جگہ ہو تو وہاں کھڑے ہوں، ورنہ بچوں کے ساتھ ان کی صف میں یا صف مکمل ہوگئی ہو تو ان کے پیچھے کھڑے ہوں، اس سے ان کی نماز کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، کیوں کہ بچوں کے ساتھ یا بچوں کی صف کے پیچھے نماز پڑھنے سے بھی نماز ہوجاتی ہے۔

## دوران نماز بچوں کو صف سے پیچھے کرکے ان کی جگہ بڑوں کا کھڑا ہونا:

مسجد میں دیکھا جاتا ہے کہ بعد میں آنے والے لوگ بچوں کو ان کی صف سے کھینچ کر پیچھے کردیتے ہیں اور خود ان کی جگہ کھڑے ہوجاتے ہیں، اس سے بچوں کی نفسیات پر بہت برا اثر پڑتا ہے، شرعاً یہ عمل کیسا ہے؟

الجواب ـــــــــــ وباللہ التوفیق

جب بچوں کے ساتھ کھڑے ہوکر نماز پڑھنے سے نماز ہوجاتی ہے، تو ان کو صف سے پیچھے ڈھکیلنے کی کیا ضرورت ہے، ایسا کرنے سے باشعور بچوں کے اندر احساس کمتری، نیز مسجد، نماز اور ایسا کرنے والوں کے تئیں ایک طرح کی نفرت اور غصہ پیدا ہوجاتا ہے، اس لیے اس سے احتراز ضروری ہے، البتہ اگر پہلی صف میں بہت چھوٹے بچے ہوں تو ان کو پیچھے کیا جاسکتا ہے۔

eeb\Naqueeb Final Copies From 25 septmeber to 25 December2017\06.11.2017 Naqueeb.inp 07/04/39 12:02 & PAGE 3 (1,1)



امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

هفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

مورخہ ۱۶/صفر المظفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۶/نومبر ۲۰۱۷ء روز سوموار

## غیر محفوظ دنیا

دنیا جتنی تیزی سے ترقی کر رہی ہے، اسی قدر غیر محفوظ ہوتی جارہی ہے، سائنسی ترقیات نے دنیا کو ایسے ایسے ہتھیار دے دیے ہیں کہ حکمرانوں کا مزاج بگڑا اور دنیا منٹوں میں تباہ کرنے کے منصوبے زیر غور آگیے، ماضی میں ہیروشیما اور ناگاساکی کا حشر ہم دیکھ چکے ہیں، یہ دونوں شہر تباہ وبرباد بلکہ خاکستر ہوگیے اور اس کے اثرات جو انسانی اجسام اور ذہن ودماغ پر پڑے ہیں، اس سے جاپان اپنی تمام تر ترقیات کے باوجود آج بھی باہر نہیں نکل سکا ہے، بھوپال گیس المیہ اگر ذہن میں محفوظ ہو تو وہاں کی تباہی وبربادی بھی خون کے آنسو رلاتی ہے، ہزاروں لوگوں کو جان سے ہاتھ دھونا پڑا، حالات یہ تھے کہ لوگ مرتے مرتے بھاگ رہے تھے اور بھاگتے بھاگتے مر رہے تھے، یہ کوئی سوچی سمجھی سازش نہیں تھی، لیکن مہلک گیس نے موت کی نیند سلانے میں تاخیر نہیں کی ہندوستان میں ہونے والے فسادات نے کتنوں کی دنیا اجاڑ دی، ۲۰۰۲ء میں گجرات کا فساد، آسام کے کوکرا جھار کا فساد اور ۲۰۱۳ء میں مظفر نگر فساد کو ہم بھول نہیں پائے ہیں، جس میں ہزاروں لوگوں کو مار ڈالا گیا، لاکھوں لوگ نقل مکانی پر مجبور ہوئے، کبھی قدرتی آفات بھی ہمیں غیر محفوظ بنا دیتے ہیں، سیلاب اور زلزلے خواہ وہ کشمیر کے ہوں یا بہار واڈیشہ کے، ایسے موقع انسان کتنا مجبور نظر آتا ہے، سائنسی نقطۂ نظر سے دیکھیں تو یہ آفات بھی ہم نے اپنے ہاتھوں لانے کا کام کیا ہے، قدرت کی جانب سے توازن کا جو انتظام کیا گیا تھا، اسے ہم نے تہہ وبالا کر دیا، درخت کٹ رہے ہیں، جنگل صاف ہو رہے ہیں، پہاڑ توڑ کر مکان اور سڑکوں کی تعمیر ہو رہی ہے، ہم ترقی یافتہ ہو رہے ہیں، اور زندگی ہلاکت وبربادی کی شاہ راہ پر تیزی سے رواں دواں ہے۔

ہندوستان سے باہر نکل کر دیکھیں تو برما میں روہنگیا مسلمانوں کا قتل عام جس طرح کیا جارہا ہے، اسے نسل کشی کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے، چار لاکھ افراد سے زائد پناہ گزیں کیمپوں میں پڑے ہیں اور کس مپرسی کی زندگی گذار رہے ہیں، عراق کا دوسرا بڑا شہر موصل داعش اور عراقی افواج کی طاقت آزمائی سے کھنڈر بنا ہوا ہے، موصل میں آٹھ قصبے تھے، چھ کا نام ونشان مٹ چکا ہے، نوے فی صد خاندان ایسے ہیں، جنہیں اپنے خاندان کے کسی نہ کسی فرد کی جدائی اور موت کا غم ستا رہا ہے، بیس لاکھ آبادی والا یہ شہر اس قدر ویران ہوا کہ اب صرف ساڑھے چھ لاکھ لوگ وہاں موجود ہیں، ساڑھے چار لاکھ امدادی کیمپوں میں گذر بسر کر رہے ہیں، نو لاکھ افراد ملک چھوڑ کر جا چکے ہیں، چھوٹے چھوٹے بچے غذا کی کمی کے شکار ہیں، سر پر سائبان نہیں، پڑھنے کا انتظام نہیں، بنیادی علاج ومعالجہ سے محروم، ان کی زندگی کتنی غیر محفوظ ہے، اس کا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔

یہی حال شام کا ہے، ایک کروڑ نوے لاکھ کی آبادی کا یہ شہر بشار الاسد اور دوسرے ملکوں کے ظلم وستم کی وجہ سے برباد ہوگیا ہے اور نصف سے زیادہ آبادی کی حیثیت پناہ گزینوں کی سی ہوگئی ہے، جو لوگ ملک چھوڑ کر گیے اس میں ۳۰ لاکھ یمن، دس لاکھ لبنان میں، چھ لاکھ ساٹھ ہزار ترکی میں ۲ لاکھ بیالیس ہزار، عراق میں اور ایک لاکھ بائیس ہزار مصر کے کیمپوں کے کس مپرسی کی زندگی گذار رہے ہیں۔

صومالیہ کی صورت حال بھی اس سے مختلف نہیں ہے، یہ بھی انسانی آبادی کے لیے غیر محفوظ ہوگیا ہے یہاں کے بہت سارے لوگ یمن کے پناہ گزیں کیمپوں میں پڑے ہیں، جب کہ یمن کو ایران نواز حوثی باغیوں نے تباہ کر رکھا ہے، ان کے حوصلے اتنے بلند ہیں کہ انہوں نے سعودی عرب کی کئی مساجد کو نشانہ بنا لیا، یہ احوال وواقعات بتاتے ہیں کہ دنیا کتنی غیر محفوظ ہوگئی ہے، کچھ کہا نہیں جاسکتا کب، کیسے حالات پیش آئیں اور کس کو اپنا وطن چھوڑنا پڑے اور کون افواج اور ممالک کی چیرہ دستیوں کا شکار ہو کر جان ومال عزت وآبرو سے ہاتھ دھو بیٹھے، ان حالات میں انسانی حقوق کی تنظیم کو آگے آکر کچھ کرنا چاہیے، لیکن وہ صرف مہلوکین کے اعداد وشمار اور مظلومین کے انڈکس بنانے میں لگی ہے، عرب لیگ میں آگے بڑھنے کی ہمت نہیں ہے، ساری حکومتوں کو اپنی بقا کی فکر ہے، اور عرب بہاریہ کے واقعات نے اسے اندر سے ڈرا رکھا ہے، انفرادی طور پر بیش تر مغربی ممالک کے چشم وابرو پر گذارا کر رہے ہیں، قدرت نے سیال سونا پٹرول کی شکل میں انہیں دیا تھا، لیکن یہ نعمت بھی دوسروں ہی کے کام آرہا ہے، باری باری ملکوں کو برباد کرنے کی مہم چل رہی ہے، عراق، یمن، شام، افغانستان کی دفاعی قوت وطاقت کو ختم کیا جاچکا ہے، اور دوسرے ملکوں کا نمبر بھی آنے ہی والا ہے۔

ان حالات میں ضرورت ہے کہ اپنی دفاعی قوت کو مضبوط کیا جائے اور اس پر پوری توجہ دی جائے، اے پی جے عبد الکلام نے کہا تھا کہ امن پسند رہنا ضعف کے ساتھ مجبوری ہے اور قوت کے ساتھ امن پسند ہونا ایک شریفانہ عمل ہے، اسی لیے انہوں نے ملک کو میزائل ٹکنالوجی دیا، نیوکلیائی ہتھیار سے ملک کو خود کفیل بنایا، آج گاندھی کا یہ دیش ایٹم بم بھی رکھتا ہے اور عدم تشدد کی پالیسی پر کار بند رہنے کا دم بھی بھرتا ہے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ غذائی اجناس میں گھر میں وصال کے وقت صرف ڈیڑھ سیر جو تھا، لیکن تلوار آٹھ عدد، ڈھال آٹھ عدد اور تیر کمان چھ عدد موجود تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امن کے ساتھ جینا چاہیے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اس پر شاہد ہے، لیکن دفاعی قوت ایسی ہونی چاہیے کہ کوئی آنکھ اٹھانے کی ہمت نہ کر سکے، اور وقت آنے پر ہم مجبور محض بن کر رہ نہ جائیں، قرآن کریم میں واعدولہم ما استطعتم کہہ کر اسی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ آج پوری دنیا میں جو فساد وبگاڑ ہے اس کے لیے اسلام کے امن وشانتی کے پیغام کو عام کرنے اور دفاعی قوت کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے، سیاسی بصیرت اور مؤمنانہ فراست کے ساتھ دعوت کے کام کو آگے بڑھانے اور اپنے کیرکٹر وکردار کو قرآن واحادیث کے مطابق کرنے کی ضرورت ہے، اور ان سب کے ساتھ خدا کی نصرت ومدد کا طلب گار بھی ہونا چاہیے، خدا کی نصرت ومدد ضرور آتی ہے، آئے گی، لیکن آزمائشوں کے بعد آتی ہے، یہ آزمائشیں بھی سخت وسست سننے کی حد تک ہوتی ہے اور کبھی خوف ودہشت، بھوک، جان ومال اور کھیتوں کو تباہ وبرباد کر کے، ان آزمائشوں میں جو کھرا اترا اور اللہ کی طرف لو لگائے رکھا، اس کی مدد اس طرح ہوتی ہے، جس کا وہم وگمان نہیں ہوتا، سیرت پاک میں غزوات کے واقعات کو پڑھیے اور اس سے نتائج اخذ کیجئے تو آپ بھی ان گذارشات کی تائید پر خود کو مجبور پائیں گے۔

## اسوۂ کامل

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ پوری دنیا کے انسانوں کے لئے نمونہ عمل ہے، کامل ہے، مکمل ہے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی سنت کے مطابق گذاریں اور ہر کام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو سامنے رکھیں، سنت پر عمل بغیر حیات مبارکہ کو پڑھے اور سمجھے ممکن نہیں ہے، اس لیے اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ سیرت پاک پر کوئی کتاب جو مستند ہو مکمل مطالعہ میں رکھا جائے، اس کے لیے شمائل ترمذی کا پڑھنا انتہائی مفید ہے، یہ اردو میں بھی خصائل نبوی اور دوسرے ناموں سے دستیاب ہے، اس کتاب کے غور سے پڑھنا چاہیے اور ایک ایک سنت پر عمل کی کوشش کرنی چاہیے۔ دوسرا کام درود شریف کا کثرت سے اہتمام ہے، ہمارے یہاں عمومی احوال یہ ہے کہ درود شریف یا تو ہم نماز میں پڑھتے ہیں یا وعظ ونصیحت کی کسی مجلس میں، اس کے علاوہ، دن بھر کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ یہ خانہ بالکل خالی ہے، یاد رکھیے، جس طرح سبحان اللہ الحمد للہ ذکر ہے، اسی طرح درود شریف پڑھنا بھی ذکر ہے، امت اس کی عادی ہو جائے اس کے لیے ہمارے حضرت امیر شریعت مفکر اسلام مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم ہر مہینہ کے آخری شنبہ کو باضابطہ درود شریف کی مجلس کا انعقاد کرتے ہیں تاکہ امت کا مزاج درود شریف پڑھنے کا بن جائے جو لوگ مجلس میں جاتے ہیں، بہت اچھا کرتے ہیں، جو نہیں جاپاتے ہیں، وہ بھی اپنے طور پر کثرت سے روزانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا اہتمام کریں، یہ ہماری دنیاوی فلاح اور اخری نجات کا ذریعہ ہے۔ تیسرا کام جو آج کے دور میں بڑی آسانی سے کیا جاسکتا ہے، وہ ہے، وہاٹ سپ، دیگر سوشل سائٹس اور گروپ کے ذریعہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کا کوئی واقعہ اپنے احباب تک پہونچانا، اسی طرح روزانہ تین مختصر احادیث مبارکہ کو بھی دوستوں کے پاس بھیجا جائے، اس میں خاص طور سے ان حدیثوں کا انتخاب کیا جائے جن کا تعلق سماجی اور خانگی زندگی سے ہے، جیسے تم میں اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے اچھا ہے، اچھا انسان وہ ہے جو لوگوں کے لیے نفع بخش ہو، زمین والوں پر رحم کرو، اللہ تم پر رحم کرے گا، اس قسم کی احادیث کے انتخاب میں گاؤں کے ائمہ اور مدارس کے علماء اور اساتذہ سے بھی مدد لی جاسکتی ہے، غور کیجئے اگر آپ نے صرف ایک ماہ اس کام کو کیا تو کتنی صحیح احادیث اور حیات مبارکہ کے کتنے واقعات آپ لوگوں تک پہونچا دیں گے اور ان کے عمل کا ثواب کس قدر آپ کو مل جائے گا۔ اسی طرح مدارس، مکاتب اور اسکول کے طلبہ کا سیرت پاک کی معلومات کے حوالہ سے انعامی مقابلہ بھی کرانا چاہیے، تاکہ بچے شوق ورغبت کے ساتھ اسے یاد کرلیں، بہتر شکل یہ ہے کہ پہلے اپنے مدرسہ مکتب اور اسکول کے بچوں کا مقابلہ کرائیں، اس کے بعد ضلعی سطح پر ایک مقابلہ ہو جس میں مقامی سطح پر کامیاب اور انعام یافتہ طلبہ کا مقابلہ رکھا جائے، اس عمل سے ہم سیرت مبارکہ کی موٹی موٹی باتیں بچوں کے ذہن نشیں اور حافظہ میں محفوظ کروا سکیں گے۔

مقررین اور اصحاب قلم سیرت پاک کے مختلف گوشوں پر لکھیں، بولیں اور اس سے درست نتائج اخذ کر کے بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی زندگی کیسے گذاری، مدنی زندگی کیسے گذاری، مشکل حالات میں آپ کا طرز عمل کیا تھا، اور اس سے نکلنے کے لیے کیا تدبیر اختیار فرمائی، ربیع الاول کا مہینہ آرہا ہے ان خطوط پر کام کا نقشہ بنائیے اور پورے مہینہ سنت پر عمل کرنے کی ایسی مشق کیجئے کہ وہ آئندہ ماہ کے لئے آپ کی عادت بن جائے، پھر آپ اس کے برکات اور ثمرات کو کھلی آنکھوں دیکھیں گے۔

## بَھکِی بَھکِی

وسیم رضوی اتر پردیش شیعہ وقف بورڈ کے چیرمین ہیں، چار بار اس عہدے کو وہ نواز چکے ہیں، ہوا کے رخ پر چلنا انہیں خوب آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ ہر حکومت میں اپنی جگہ بنا لیتے ہیں، چاپلوسی اور چمچہ گیری کے فن میں انہیں خاصی مہارت ہے، اقلیتی بہبود کے وزیر محسن رضا سے ان کی نہیں بنتی ہے، ایسے میں انہیں کرسی بچائے رکھنے کی یہی ایک شکل سمجھ میں آئی کہ بابری مسجد معاملہ میں آر ایس ایس کی زبان بولنا شروع کردو، آج بھی کرسی بچی رہے گی اور آئندہ کے امکانات بھی روشن رہیں گے، چنانچہ پہلے تو انہوں نے بابری مسجد پر اپنا یعنی شیعوں کا حق جتایا کیوں کہ بقول ان کے بابری مسجد میر باقر نے بنوایا تھا اور وہ شیعہ تھا اس لیے یہ زمین شیعہ وقف بورڈ کی ہے اور ہمیں اس زمین پر رام مندر بنائے جانے سے اتفاق ہے، انہوں نے یوگی حکومت کے اس فیصلہ کا بھی خیر مقدم کیا ہے کہ رام کا مجسمہ اجودھیا میں لگنا چاہیے، انہوں نے حکومت کے سامنے یہ پیش کش بھی کی ہے کہ شیعہ وقف بورڈ رام کی مورتی کے ترکش میں لگانے کے لیے چاندی کے دس تیر بھی پیش کرے گا، وسیم رضوی کا مقصد تو صرف اپنی کرسی بچانا ہے، لیکن حکومت اس کو ہوا دے کر شیعہ سنی اختلافات کو بڑھانا چاہتی ہے، دونوں طبقوں کو ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے، جن کے پیش نظر ملک وملت کا مفاد نہیں صرف اپنا مفاد ہوا کرتا ہے، یہ نسخہ اگر کارگر نہ ہوا تو ایک دوسرا شوشہ یہ بھی چھوڑا گیا ہے کہ شیعہ سنی وقف بورڈ کو ایک کر دیا جائے، آگے یہ بھی دھیان میں رہے کہ ایک ہونے کے بعد وسیم رضوی جیسے کو چیرمین بنا دیا جائے گا تاکہ حکومت کے لیے آگے کی راہ ہموار ہو سکے۔

یادوں کے چراغ

# حضرت مولانا انوار احمد جامعیؒ

ایڈیٹر کے قلم سے

جامعہ محمودیہ اشرف العلوم کے صدر مدرس، حضرت مولانا مفتی محمود حسنؒ کے نامور خلیفہ، جمعیت علماء کانپور کے صدر، استاذ الاساتذہ، مربی اور پیر طریقت حضرت مولانا انوار احمد جامعی نے حالت سفر بزرگوں کی سرزمین گنگوہ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا، ۲۹/اکتوبر کی شب رات کے ساڑھے دس بجے فرشتہ اجل ان کی روح کو لے کر چلا گیا اور جسد خاکی تجہیز و تکفین کے لیے چھوڑ گیا، جنازہ ان کے گھر کرنیل گنج لایا گیا، اور وہاں سے اگلے دن صبح سوا آٹھ بجے بڑی عیدگاہ بکر منڈی لایا گیا، مولانا کے شاگرد خاص اور مولانا متین الحق اسامہ قاسمی جمعیت علماء یوپی کے صدر نے نماز جنازہ پڑھائی، اور ۳۰/اکتوبر کو بعد نماز عشاء قریب کے قبرستان میں اپنے والد اور بڑے بھائی کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔

مولانا علیہ الرحمہ نے جمعیت علماء کے زیر اہتمام منعقد امن و ایکتا سمیلن میں شرکت کے لیے اپنے رفقاء کے ہمراہ کان پور سے دہلی کا سفر کیا تھا، پروگرام کے اختتام کے بعد انہوں نے اکابر کے مزارات اور خانقاہوں میں حاضری کی غرض سے گنگوہ، دیوبند اور سہارن پور کے لیے رخت سفر باندھا، گنگوہ کے دوران قیام عشاء کی نماز کا سلام پھیرا ہی تھا کہ دل کا سخت دورہ پڑا، قریب کے اسپتال لے جاتے ہوئے راستے میں ہی نبض کی رفتار رک گئی اور سانسوں کی آمد و رفت نے ساتھ چھوڑ دیا، پس ماندگان میں اہلیہ چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں ہیں۔

مولانا انوار احمد جامعی بن الحاج کریم بخش کی پیدائش موسیٰ نگر کانپور میں ۱۹۴۶ء میں ہوئی، تعلیم از اول تا آخر مدرسہ جامع العلوم پٹکا پور میں حاصل کیا، حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی سے خصوصی تعلق رہا اور آپ کے نامور شاگرد اور عقیدت مند کی حیثیت سے متعارف ہوئے اور انہیں سے خلافت پائی، مفتی صاحب کے علاوہ آپ کے نامور اساتذہ میں مولانا جان زماں صاحب پشاوریؒ، مولانا مبین الحق قاسمیؒ، مولانا نصیر احمد خانؒ، اور حافظ ولی اللہ کے اسماء خاص طور سے قابل ذکر ہیں، اکابر علماء میں حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندویؒ حضرت مولانا ابرار الحق حقیؒ ہردوئی اور حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمہم اللہ سے خاص تعلق اور شرف و نیاز حاصل تھا، فراغت کے بعد اپنی مادر علمی مدرسہ جامع العلوم پٹکا پور کے استاذ مقرر ہوئے، اور ۱۹۶۷ء سے ۱۹۹۶ء تک ۲۹/سال تدریسی خدمات انجام دیں اور عرصہ تک نائب مہتمم کی ذمہ داری بھی سنبھالی، زندگی کے چند سال قلی بازار واقع مدرسہ اشاعت العلوم میں صدر مدرس کے طور پر کام کیا آپ بیس سال تک جمعیت علماء شہر کانپور کے جنرل سکریٹری اور ۲۰۰۳ سے تا وفات صدر رہے، آپ کے دور صدارت میں بہت سے ملی اور قومی کام انجام پائے، ۲۰۰۳ء میں اپنے شاگرد رشید مولانا متین الحق اسامہ قاسمی کے ساتھ مل کر اپنے شیخ کے نام سے جامعہ محمودیہ اشرف العلوم جاج مئو کان پور قائم کیا اور بحیثیت صدر مدرس پوری زندگی خدمت انجام دیتے رہے۔

حضرت کی شخصیت ہمہ جہت تھی، وہ بہترین استاذ تھے، طلبہ کے ساتھ انتہائی شفقت کا معاملہ فرماتے، وقت کی پابندی ضرب المثل تھی، وہ بہترین مربی اور انتظامی صلاحیت کے مالک تھے، جہاں کہیں بھی رہے صدر مدرس کی حیثیت سے رہے، صدر مدرسی صرف تدریس نہیں پورے تدریسی نظام کی دیکھ ریکھ کا نام ہے، اور اس میں نشیب و فراز آتے رہتے ہیں، کبھی کتابوں کی تقسیم پر، کبھی وقت پر کام نہ ہونے کی وجہ سے، مولانا نے اپنے حسن انتظام اور تدبر سے ان مراحل کو اس طرح طے کیا کہ کسی کو شکایت کا موقع نہ ملا آپ کا دور نیابت نظم و نسق کی خوبی، حساب کتاب کی شفافیت اور طلبہ کی حسن تربیت کے اعتبار سے مثالی دور رہا اور جہاں رہے ادارہ ان کی توجہ آہ سحر گاہی، دعائے نیم شبی کے طفیل ترقی کے مدارج طے کرتا رہا۔

مولانا کی خدمت کا ایک میدان طریقت اور تصوف کا بھی تھا، حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کے اس سلسلے کو اللہ رب العزت نے بڑی مقبولیت عطا فرمائی ہے، ملک و بیرون ملک میں حضرت کے متوسلین، معتقدین پھیلے ہوئے ہیں، مولانا انوار احمد جامعیؒ نے پوری محنت اور توجہ سے حضرت مفتی صاحب کے فیض کو عام کیا، کانپور اور اس کے نواح میں لوگوں کی اسلامی بنیادوں پر تربیت کی اور ان کو دین متین سے جوڑے رکھا۔

مولانا مرحوم سے صرف ایک ملاقات میری تھی، جب میں مولانا متین الحق اسامہ مدظلہ کی دعوت پر مسلم پرسنل لا سے متعلق ایک پروگرام میں شرکت کے لیے کان پور گیا تھا، پروگرام کے بعد تھوڑی دیر کے لیے مدرسہ میں حاضری ہوئی تھی، اس تھوڑی دیر کی ملاقات نے دل پر جو اثر ڈالا، اسے میں آج بھی بھلا نہیں پایا ہوں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور تمام متعلقین و متوسلین کو صبر جمیل کی دولت سے نوازے۔ آمین

**بقیہ کتابوں کی دنیا** آسان ترجمہ و تفسیر قرآن مجید میں جو کام تحقیق و تعلیق کے حوالہ سے مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری کیا ہے اس کو انہوں نے بارہ پیراگراف میں نمبروار تفصیل سے ذکر کیا ہے، حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ کے اقتباس میں اجمالا اس کا تذکرہ آچکا ہے، سورہ کے تعارف میں مولانا موصوف نے قابل قدر انداز اختیار کیا ہے، جو دوسری کسی تفسیر میں میری نظر سے نہیں گذرا، ہر سورۃ کے شروع میں بیک نظر تعارف میں ترتیبی نمبر، نزولی نمبر، پارہ نمبر، منزل نمبر رکوعات، آیات، کلمات، حروف اور نوعیت کے ذیل میں جو اعداد و شمار دیے گیے ہیں، وہ انتہائی معلوماتی ہیں، کتاب انتہائی خوبصورت دیدہ زیب، اغلاط سے پاک چھپی ہے، یہ قرآن کریم کا حق تھا کہ اسے اس خوبصورت انداز میں چھاپا جائے، کتاب مؤلف کے علاوہ حیدر آباد کے دیگر مکتبوں سے حاصل کی جا سکتی ہے، کتاب پر ہدیہ درج نہیں ہے، اس لیے خود مؤلف اور محترمہ ذکیہ کوثر کی جانب سے مفت مل جانے کے امکان سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔

## کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں

# آسان ترجمہ وتفسیر قرآن مجید

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

محترمہ محمود النساء بیگم (ولادت ۱۸۹۸ وفات ۱۹۶۵ء) حیدر آباد دکن کی ذی علم خاتون تھیں، والد سید محمد یوسف الدین گلبرگہ کے صوبیدار اور والدہ نجم النساء بیگم حیدر آباد کے جاگیر دار خاندان کی چشم و چراغ تھیں، تیس سال کی عمر میں ہی بیوہ ہوگئیں، اولاد کوئی نہیں تھی، اس لیے پوری زندگی دینی خدمات کے لیے وقف رہیں، جس میں سب سے بڑی خدمت قرآن کریم کی تدریس اور تلاوت کا غیر معمولی اہتمام رہا، انہوں نے مختلف تراجم و تفاسیر سے استفادہ کرتے ہوئے اس وقت کے اسلوب میں قرآن کریم ترجمہ و تفسیر کا کام کیا، باخبر ذرائع کے مطابق ہندوستان کی یہ پہلی خاتون ہیں، جن سے اللہ نے یہ کام لیا ۱۹۴۳ء مطابق ۱۳۶۲ھ میں انہوں نے اسے مکمل کیا اور اس کا نام ''تفسیر قرآن مجید مع ترجمہ احکام قرآنی بہ اردو'' رکھا اور ان کی زندگی میں ہی گورنمنٹ پرنٹنگ پریس حیدر آباد سے چھپ کر یہ تفسیر لوگوں تک پہونچ گئی۔ زمانہ گذر گیا، یہ تفسیر کم یاب ہی نہیں، نایاب ہوگئی، لکھنے کا اسلوب بدل گیا، املے اور رسم الخط میں بھی تبدیلی آئی، علماء نے متن قرآنی کے بغیر ترجمہ و تفسیر کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا، جس کی وجہ سے اس کی دوبارہ طباعت نہیں ہوسکی، ذکیہ کوثر صاحبہ جامعہ ریاض البنات کی صدر معلّمہ ہیں، ان کی خواہش تھی کہ اسے دوبارہ طبع کرایا جائے، لیکن بہت ساری تبدیلیاں ضروری تھیں، چنانچہ ان کی نظر انتخاب دار العلوم سبیل السلام حیدر آباد کے ممتاز استاذ حدیث و تفسیر مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری پر پڑی، مولانا موصوف کو قرآن کریم کے کام کی نزاکتوں کا احساس تھا، یہ پل صراط سے پار ہونے کے مثل تھا، لیکن استخارے وغیرہ کے بعد اللہ نے انشراح قلب عطا فرمایا اور تدریسی مشغولیات اور مطالعات سے فارغ ہونے کے بعد بہت سارا وقت اس کام کے لیے نکالا، کئی سال کی محنت اور جد وجہد کے بعد یہ ترجمہ آسان ترجمہ و تفسیر قرآن مجید کے نام سے دو جلدوں میں چھپ کر منظر عام پر آیا، ۱۶۸۲ صفحات پر مشتمل اس تفسیر کی دونوں جلدوں کا اجرا انڈیا اسلامک کلچر سنٹر لودھی روڈ نئی دہلی میں جامعہ ازہر مصر کے استاذ عالی وقار پروفیسر ڈاکٹر سیف رجب قزامل کے ہاتھوں ہوا، موقعہ تھا عالمی تنظیم برائے فضلاء ازہر شاخ دہلی کے زیر اہتمام بین الاقوامی سیمینار کا، تاریخ تھی ۱۲/اکتوبر ۲۰۱۷ء کی اور موضوع تھا، ''عصر حاضر میں امن و سلامتی اور پر امن بقائے باہم کی ضرورت و اہمیت، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں''، ظاہر ہے قرآن کریم سے زیادہ پر امن بقائے باہم کا درس اور کہاں مل سکتا ہے، اس لیے اس عظیم تفسیر کے اجرا کے لیے اس پرگرام کا انتخاب کیا گیا، اہل عرب و عجم کے نامور فضلاء و دانشور وہاں موجود تھے، اس موقع سے مولانا سراج الہدیٰ ندوی ازہری کو ان کی دعوتی و علمی سرگرمیوں پر مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھند کے ہاتھوں اعزاز سے بھی نوازا گیا۔

آسان ترجمہ و تفسیر قرآن کی پہلی جلد سورۃ فاتحہ تا سورۃ الکہف (صفحات ۶۸۶) اور دوسری جلد سورۃ مریم تا سورۃ ناس (صفحات ۹۹۶) کے ترجمہ و تفسیر پر مشتمل ہے، شروع کے ساٹھ صفحات میں ابتدائیہ اور مؤلفہ کا تعارف مولانا سراج الہدیٰ ندوی ازہری کے قلم سے ہے، مقدمہ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ، قلبی تاثرات مولانا محمد شمیم آزاد قاسمی، تمہید (سابق) محترمہ محمود النساء بیگم، شکر و اعتراف محترمہ ذکیہ کوثر صاحبہ کے ہیں، طبع اول کے دو صفحات کا عکس بھی جلد اول میں شامل کیا گیا ہے، کلمات اکابر علماء میں پیش لفظ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم، کلمات تبریک حضرت مولانا محمد سالم قاسمی مدظلہ، تقریظ حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، اور تاثرات مولانا انیس الرحمٰن قاسمی کے ہیں، اس کا دوسرا حصہ تاثرات اہل علم و فضل پر مشتمل ہے، جس میں حرفے چند محمد ثناء الہدیٰ قاسمی، خواتین کے لیے مشعل راہ، مولانا عبد الباسط ندوی، ایک کامیاب کوشش مولانا محمد نعمان بدر القاسمی، قابل رشک کام مولانا محمد سیف اللہ قاسمی، بہت بڑی خدمت مولانا سعید احمد ومیض ندوی کے قلم سے موجود ہے، ان مضامین میں مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری کے قرآن کے حوالے سے اس کام کی تعریف کی گئی ہے، راقم الحروف نے حرفے چند میں اس کام کی تفصیلات ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا: مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری نے اسے جدید اسلوب میں از سر نو مرتب کیا ہے، قدیم الفاظ اور انداز رسم الخط کو بدلا ہے، زبان کو زیادہ شستہ اور سلیس کرنے کی کوشش کی ہے، تحشیہ و تعلیق کا کام کیا ہے، اتنے بڑے کام کو انجام دینے کے لیے جو علمی رسوخ اور تفاسیر پر نظر عمیق ہونی چاہیے وہ بفضلہ تعالیٰ ان کے اندر موجود ہے اور انہوں نے انتہائی ژرف نگاہی اور غیر معمولی احتیاط کے ساتھ متقدمین کی تفسیری آرا کی روشنی میں اسے از سر نو مرتب کیا ہے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ نے اپنی تحریر میں اس کام کی نوعیت پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے، مولانا نے لکھا ہے کہ

''انہوں نے اس ترجمہ و تفسیر کو نیا رنگ و روپ دینے میں بڑی محنت کی، انہوں نے ایک اچھا کام یہ کیا کہ اس ترجمہ کے ساتھ متن قرآن کو بھی شامل کتاب کیا، جیسا کہ جمہور کا مسلک ہے، حسب ضرورت حوالہ جات کی تلاش کی اور انہیں درج کیا، کہیں کہیں حسب ضرورت حواشی کا اضافہ کیا یا جو حاشیہ پہلے سے موجود تھا، اس میں اضافہ کیا، سورتوں کا تعارف لکھا، کہیں کہیں الفاظ کی تسہیل کی، متعدد آیتوں کے مشترک حاشیہ میں ہر آیت کی متعلقہ تشریح کو اس آیت سے مربوط کیا، املا کے جدید اصول کا لحاظ رکھا اور قدیم مروجہ املاء کو تبدیل کیا اور کتاب کے شروع میں ایک بیش قیمت تعارف لکھا، جس سے قارئین کو اس ترجمہ قرآن اور حواشی کی اہمیت کا اندازہ ہوگا۔''

(بقیہ پچھلے کالم میں)

# حج کے بعد زندگی میں تبدیلی کی ضرورت

مفتی محمد صادق حسین قاسمی

اللہ نے اسلامی عبادت کی خاص تاثیر رکھی ہے، بندۂ مومن جب صدق دل اور خلوص کے ساتھ انہیں ادا کرتا ہے تو اس کے اثرات وبرکات زندگی میں ظاہر ہونا شروع ہوجاتے ہیں، ہر عبادت کی کچھ نہ کچھ خوبی وکمال اور انفرادیت ہوتی ہے، حج چوں کہ ایک لحاظ سے جامع العبادات ہے؛اس لیے ان میں ان گنت خوبیاں پائی جاتی ہیں اوراس میں دیگر عبادتوں کی مختلف کیفیات بھی شامل ہیں،فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد حجاج کرام اپنے گھروں کو لوٹ جائیں گے اورایک عظیم الشان عبادت کو انجام دے کر واپس آئیں گے،زیارت حرمین کی سعادتوں سے بہرہ وراور دل وجان کی تسکین کا سامان کر کے چلے آئیں گے تو ایسے موقع پر حج کے مقاصد اوراس کے عظیم منافع ذہن ودل میں مستحضر رہنے چاہئیں تا کہ اگلی زندگی کو صحیح رخ پر گذارا جائے اور دوران حج حاصل ہونے والے پیغامات وہدایات کی روشنی میں سفینۂ حیات کو آگے بڑھایا جائے۔

حاجی حج سے واپس ہوتا ہے تو اس کی زندگی گناہوں کی آلودگیوں اور معاصی کی گندگیوں سے بالکل پاک وصاف ہوجاتی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی رضا کے لیے حج کرتا ہو،اس میں فحش وبرائی کی بات نہ کرتا ہواور کسی قسم کا معصیت اور گناہ میں مبتلا نہ ہو تو وہ حج کے بعد اپنے گھر گناہوں سے اس طرح پاک ہوکر واپس لوٹے گا جس طرح پیدائش کے وقت ماں کے پیٹ سے گناہوں سے پاک دنیا میں آیا تھا۔جب اس قدر انعامات واعزازات سے نوازا جاتا ہے اور گناہوں کے بوجھ سے آزاد کردیا جاتا ہے تو پھر حج کے بعد اپنی زندگی کو احکام وتعلیمات ہی کی روشنی میں گزارنا اور نافرمانی وخلاف شریعت امور سے احتیاط واجتناب کرنا لازمی ہے،تا کہ وہ عظیم مقاصد کے لیے یہ سالانہ اجتماع عالم اسلام کے مسلمانوں کے لیے رکھا گیا ہے،نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے پائیں،حج کے ذریعہ ایمان والوں کی جو تربیت کی جاتی ہے اوراس کو جس ڈھانچے میں ڈھالا جاتا ہے اس کا تذکرہ پیش خدمت ہے۔

حج کی پوری عبادت میں اطاعت الٰہی کا ایک غیر معمولی جذبہ حاجی کے اوپر چھایا ہوتا ہے، وہ ہر قدم طاعت وفرماں برداری کے حیرت انگیز مناظر پیش کرتا ہے اور اپنے ہر ہر عمل سے اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ اس کی گردن حکم الٰہی کے آگے جھکی ہوئی ہے، وہ رب کی منشا ومرضی کا اس حد تک پابند ہے کہ جہاں کا حکم ہوتا ہے، کوچ کرجاتا ہے۔مولانا ابوالحسن علی ندوی نے لکھا ہے کہ حج اپنے تمام ارکان واعمال اور مناسک وعبادات کے ساتھ اطاعت محض، مجرد امتثال امر، بے چوں وچرا حکم بجالانے اور ہر مطالبہ کے آگے سر جھکانے کا نام ہے، حاجی بھی مکہ میں نظر آتا ہے تو کبھی منی میں، کبھی عرفات میں، کبھی مزدلفہ میں، کبھی سفر کرتا ہے۔کبھی خیمہ گاڑتا ہے، کبھی اکھاڑتا ہے، وہ حکم کا بندہ چشم وابرو کا پابند ہے، اس کا نہ کوئی ارادہ ہوتا ہے، نہ فیصلہ، نہ انتخاب کی آزادی۔(ارکان اربعہ:۳۱۰) جب اس انداز میں حاجی نے حج میں اطاعت الٰہی کا مظاہرہ کیا تو گویا کہ اس کی زندگی بھر کے لیے یہی سبق دیا گیا کہ حج کے واپس ہونے کے بعد کی پوری زندگی اسی جذبۂ اطاعت وفرماں برداری کے ساتھ گزارنا ہے،اسی میں اس کی اصل کامیابی ہے، وہ آئندہ زندگی میں بھی مرضیٔ مولا ہمہ اولیٰ کی سچی تصویر پیش کرے اور حکم الٰہی کے آگے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہی رہے۔اپنے مقام پر بہترین سے بہترین لباس پہننے والا ،عمدہ سے عمدہ خوشبوئیں استعمال کرنے والا اور اپنی انفرادی شان تصور کرنے والا جب حج کے لیے روانہ ہوتا ہے تو اپنے شاہانہ ٹھاٹ باٹ چھوڑ کر سفید کپڑے کی دو چادریں زیب تن کرلیتا ہے، امتیازی مقام سمجھنے والا بھی تمام حجاج کے ساتھ دیوانہ وار لبیک کی صدائیں لگاتا ہوا اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوجاتا ہے، اگر کوئی اسے دھکا بھی دے دے تو ناگواری یا اپنی شان کے خلاف نہیں سمجھتا اور امیر وغریب، شہری ودیہاتی، پڑھا لکھا اوران پڑھ سبھی ایک صف میں کھڑے ہوکر اپنی عبدیت وفنائیت کا ثبوت دیتے ہیں۔حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ احرام کے ذریعے نفس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے خاکساری اور فروتنی کرنے والا بنایا جاتا ہے، جب احرام باندھ لیتا ہے، وطن کی آسائشوں کو تج کر چلتا ہے، اپنی محبوب اور پیاری عادتوں کو چھوڑ دیتا ہے اور زیب وزینت کی تمام شکلوں کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے اور فقیروں محتاجوں کی صورت بنالیتا ہے تو اس سے خوب بندگی اور فروتنی ظاہر ہوتی ہے۔(حجۃ اللہ البالغۃ:۱۸۹/۴) تو پھر حج سے واپسی کے بعد بھی اسی سادگی کا نمونہ بنے رہنا چاہئے، وہ ہر طرح کی اونچ نیچ کو ختم کر کے فخر ومباہات اور تکبر وبڑائی سے پاک وصاف رہے، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ دنیا کی عزتیں بھی عطا کرے گا اور آخرت کی سعادتیں بھی۔

حج اپنی امتیازی شان کے ساتھ اتحاد واتفاق کا نرالا درس دیتا ہے، پوری دنیا کے دور دراز گوشوں سے اہل ایمان کشاں کشاں دوڑے چلے آتے ہیں، زبان ورنگ کا اختلاف، مسلک وسرحد کی دوریاں، کوئی چیز بھی ان کے درمیان حائل نہیں ہوتی اور تمام حجاج ایک ہی لباس میں، ایک ہی ترانہ گنگناتے ہوئے ہر طرح کی تفریق کو مٹا کر ہر جگہ ساتھ ساتھ نظر آتے ہیں، اس سے بڑھ کر اتحاد واتفاق کی تربیت دنیا میں اور کہاں ہوگی؟ اور انما المومنون اخوۃ کا عملی نمونہ پیش کرتے ہیں اور کلمے کی بنیاد پر اپنے ایمانی رشتوں کی تجدید کرتے ہیں، لہذا حج سے لوٹنے کے بعد کسی حاجی کو خاص کر یہ زیب نہیں دیتا ہے کہ وہ اختلافات میں الجھے یا اختلافی موضوعات پر تفریق پیدا کرے، یا رنگ ونسل، ذات وپات یا علاقائیت کی بنیاد پر امتیازی سلوک کرنے والا بنے، اس کو چاہئے کہ ہر ممکن اتحاد کو فروغ دینے اور اختلافات کو ختم کرنے کے لیے کوشاں رہے۔

حرمین کی سرزمین انسان اور دیگر جانداروں ہر ایک کے لیے ایک گہوارہ اور سلامتی کا مسکن ہے، حج میں حاجی کو بڑے اہتمام کے ساتھ اپنی ذات کو ہر ایک کی سلامتی کا ذریعہ بننے کا حکم دیا ہے، انسان کو تکلیف پہونچانا تو دور کی بات کسی جاندار کو بھی بلا وجہ اذیت پہنچانے سے روکا گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد بھی ہے کہ جس نے مناسک حج کو اس انداز سے پورے کیا کہ اس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرمادے گا۔(فیض القدیر، حدیث:۸۹۵۹،ص:۲۰۵۶)

حاجی پورے حج کے دوران اس بات کا خاص اہتمام کرتا ہے کہ وہ ہر ایک کے لیے سلامتی اور سکون کا سبب بنے اور بندگان خدا کو اس کی طرف سے کسی بھی طرح کی کوئی شکایت یا تکلیف نہ ہو، وہ ایثار وقربانی کے اور پورے تحمل کے ساتھ ناگوار اور خلاف طبیعت چیزوں کو برداشت کرلیتا ہے؛ لیکن بدلہ لینے یا برسرپیکار ہونے کے لیے تیار نہیں ہوتا، اسے تو اپنے مطلب کی دھن سوار رہتی ہے اور اپنے اعمال کی فکر میں سرگرداں رہتا ہے، ٹھیک اسی طرح کا سلوک اسے حج سے واپسی کے بعد بھی ہمیشہ کے لیے اپنے اور پرائے ہر ایک کے لیے باقی رکھنا ہے، امن وامان کے گہوارے سے لوٹ کر اسے بھی سراپا امن کا پیکر اور محبتوں کا خوگر ہونا چاہئے، اس کی زبان وہاتھ یا اس کی ذات کسی بھی انسان کے لیے تکلیف کا سبب نہ بنے۔

طواف کعبہ ہو یا صفا ومروہ کی سعی، رمی جمرات ہو، یا قربانی، حج کے بہت سے اعمال وارکان میں حاجی سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک خانوادہ کی ان اداؤں کی نقالی کرتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام جس طرح بے چوں وچرا ہر حکم ربانی کو پورا کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہوگئے، عقلی گھوڑے دوڑائے بغیر خدا کے حکم کے آگے اپنی ذات کو پورے خاندان کے ساتھ پیش کردیا، یہ حاجی کو اس بات کا پیغام دیتا ہے کہ خوشنودیٔ رب کے لیے مکمل اتباع وانقیاد ضروری ہے، اپنی طبیعت کے موافق ہو تو مان لیا اور خلاف ہے تو نظر انداز کردیا، یہ دورخی پالیسی یقیناً خسارے کا موجب ہوگی، اس لیے اب پوری زندگی اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقوں کی پیروی اور آپ کی سنتوں کے مکمل اتباع میں گزارنا ہوگا، یہی کامیابی کی کلید اور سعادت دارین کا سبب ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا حج افضل ہے، آپ نے فرمایا کہ جس میں کثرت سے تلبیہ پڑھا گیا ہو اور قربانی کا خون بہایا گیا ہو۔(ترمذی، حدیث:۷۵۶) حاجی بڑے اہتمام کے ساتھ اپنی پوری مدت قیام کو عبادت میں لگا دیتا ہے، وہ اپنی حاضری کو غنیمت جانتے ہوئے ایک ایک لمحہ کی قدر کرتا ہے اور حرمین کے مقدس ماحول میں خوب دل لگا کر ذکر وعبادت اور تلاوت وغیرہ کا اہتمام کرتا ہے، نمازیں بھی تکبیر تحریمہ کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش میں رہتا ہے اور خوب ورد کر اپنے گناہوں کی معافی وتلافی کراتا ہے، اسی ذوق وشوق کو اسے اپنے مقام پر آنے کے بعد بھی باقی رکھنا اور عبادتوں کے اہتمام اور ذکر وتلاوت کے ساتھ اپنے اوقات کو گزارنا ضروری ہے، ورنہ وہ ساری پونجی جو بڑی محنتوں سے جمع کی تھی، ضائع ہوجائے گی اور بے داغ زندگی پھر گناہوں سے داغ دار ہوجائے گی۔انسان فطری طور پر ماحول سے متاثر ہوتا ہے اور اس کے اثرات قبول کرتا ہے، حج کے ایام میں یا قیام حرمین کے زمانے میں ہر مومن جوش وجذبے کے ساتھ عبادتوں میں منہمک رہتا ہے، یہ حرمین کے بابرکت ماحول کا بھی ایک اثر ہے کہ جہاں ہر وقت رحمت خداوندی برس رہی ہو اور اللہ کے بندے عبادتوں میں مستغرق ہوں تو ایسے میں ہر ایمان والے کے اندر عبادتوں کا جذبہ بیدار ہوگا اور وہ بھی اپنی قسمت جگانے میں لگ جائے گا، حج سے واپس آنے کے بعد اسی شوق وذوق کو باقی رکھنے اور تقویٰ کے اثرات کو محفوظ رکھنے کے لیے قرآنی ہدایت کے مطابق نیکوں کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کرنا ہوگا۔

حضرت مفتی رفیع عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ جو حضرات حج پر تشریف لے گئے تو وہاں کے ماحول کے اثرات آپ پر پڑے اور ابھی تک وہ آثار موجود ہیں، اس سے پہلے کہ وہ اثرات ماند پڑیں، ان کی حفاظت کیجئے، یہ اثرات دراصل تقویٰ کی کیفیت ہے، اس کی حفاظت بہت ضروری ہے، قرآن مجید میں اس کی حفاظت کا طریقہ بتایا گیا، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔(حج کے بعد زندگی کیسے گذارے:۱۸) اس لیے حج سے واپسی کے بعد نیک لوگوں کی صحبت میں رہ کر ان کیفیات اور اثرات کی حفاظت کرنی چاہئے۔شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی نے لکھا ہے کہ حج کے ہر ہر رکن میں بہت سے مصالح تو ایسے ہیں جن تک ذہن کی رسائی بھی نہیں؛ لیکن یہ دو چیزیں اس کے ہر رکن میں ہر ہر جزو میں بالکل عیاں ہیں، ایک یہ کہ موت کا اور مرنے کے بعد کے حالات کا۔دوسرا عشق ومحبت کا اظہار۔(فضائل اعمال:۳۹) حقیقت یہی ہے کہ حج کے شروع سے لے کر آخر تک کئی ایک مراحل ایسے آتے ہیں، جہاں حاجی کو موت کی یاد بھی تازہ ہوتی ہے اور موت کے بعد آنے والی زندگی اور میدان حشر کی گہما گہمی اس کی نگاہوں میں گھوم جاتی ہے، احرام کی دو سفید چادروں میں ملبوس، میدان عرفات کا قیام، لاکھوں کا اژدہام، انسانی سروں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر اور انسان کی بے بسی۔ایسے مراحل سے گزر کر حاجی اپنے حج کی تکمیل کرتا ہے، اسی لیے حج سے واپسی کے بعد موت کو اور آنے والی طے شدہ گھڑی کو اپنے ذہن ودل میں تازہ رکھے؛ تا کہ اعمال واحکام کی تعمیل میں غفلت نہ ہوسکے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ عقلمند آدمی کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو سب سے زیادہ کو موت کو یاد کرنے والا ہو اور موت کے بعد کے لیے سب سے عمدہ تیاری کرنے والا ہو۔(ابن ماجہ:۴۲۵۷)

حج کے ارکان کی انجام دہی کے بعد بے تاب دل اور بے قرار ارمانوں کے ساتھ حاجی دیار رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوتا ہے، اس وقت کیا کیفیت دل کی ہوتی ہے اور شوق وجذبات کا کیا عالم ہے، ایک حاجی اس کو بخوبی جانتا ہے، جب اتنی بڑی سعادت اور زندگی کی اتنی بڑی حسرت بھی اللہ تعالیٰ نے پوری فرمادی اور قبر اطہر پر حاضری کا شرف حاصل ہوگیا، انسانیت کے محسن اور غم خوار کے حضور درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا، اپنی بدعملی پر خوب آنسو بہائے، جی بھر کر ان کے احسانات کو یاد کر کے اور اپنی کوتاہی واحسان فراموشی پر رویا اور ایک نیا عہد اتباع سنت کا کیا اور زندگی کو ان کے مبارک نقش قدم پر چلانے کا عزم کیا اور خدا جانے کیا کیا دعائیں مانگ کر اور کیا کیا مصمم ارادے کر کے بادیدۂ نم بادل نخواستہ واپس ہو تو پھر یہ کیسے زیب دے گا کہ ان کی مبارک سنتوں کو یہاں آکر فراموش کردے اور ان کے طریقوں کے خلاف زندگی کو گزارے، ان کی سنتیں پامال ہوں، اس کی پیشانی پر جنبش تک نہ آئے اور بے قراری محسوس نہ کرے؟ اگر حاجی کو ہر قدم پر اپنی حاضری کا احساس اور اپنے وعدوں کا پاس ولحاظ ہوگا تو پھر ضرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں پوری زندگی بسر کرے گا، یہی اس کا سرمایہ فخر اور متاع گراں ہوگا۔

# حلال روزی میں خیر و برکت

مولانا رضوان احمد ندوی

اسلام میں نماز کے بعد سب سے بڑا فریضہ قوت بازو سے حلال رزق کمانا ہے، خواہ تجارت وزراعت کے ذریعہ ہو، یا محنت ومزدوری کے ذریعہ، ہر حال میں کسب معاش کے لیے جدو جہد کرنا دین کا بنیادی تقاضہ ہے، اس کے بغیر کوئی بھی انسان باعزت زندگی نہیں گزار سکتا ہے، اس لیے کتاب وسنت میں طلب معاش کے لیے تگ ودو کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے، قرآن پاک میں فرمایا ﴿وجعلنا لکم فیھا معایش﴾ (ہم نے زمین کو تمہارے لیے معاش کا ذریعہ بنایا ہے) اللہ نے اس زمین کو حصول معاش کا وسیلہ بنایا ہے، اس میں انسان کو اپنی روزی روٹی کے لیے کوشش کرنی چاہئے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " طلب الحلال فریضة علی کل مسلم "(حلال کمائی تلاش کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے) تاکہ عبادت وریاضت، فرائض وواجبات بہتر طریقے سے ادا کر سکیں، اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد سلف وصالحین نے کسب معاش کے لیے تجارت کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تجارت کرنا انبیاء کرام کی سنت ہے اور یہ منصب نبوت ورسالت کے خلاف بھی نہیں ہے، اس کے ذریعہ امت کو یہ بھی تعلیم دی گئی کہ رزق حلال کے لیے کوشش کرنا توکل کے منافی نہیں؛ کیوں کہ اسلام گداگری اور بھیک منگی کا سخت مخالف ہے، وہ یہ چاہتا ہے کہ بندہ اپنے معاشی نظام کو بہتر سے بہتر بنانے اور دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کی صف میں کھڑے ہونے کی کوشش کرے۔ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے معاشی نظام کی اہمیت اور اخلاقی ومذہبی نظام سے اس کی وابستگی پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’اسلام کا معاشی نظام ایک ایسے ہمہ گیر فلسفہ پر قائم ہے، جس کا نام اسلام ہے، جو عالمگیر دعوت اور ہمہ گیر انقلاب کا داعی ہے اور دنیائے انسان کی صرف معاشی صلاح وفلاح کا خواہشمند ہی نہیں؛ بلکہ روحانی، مذہبی، اخلاقی، سیاسی، معاشرتی اور معاشی غرض کہ ہر قسم کی دینی ودنیوی فلاح و بہبود اور رشد وہدایت کا علمبردار ہے اور اس طرح ایک وسیع ومکمل نظام کائنات کا مدعی ہے، وہ کہتا ہے کہ انسان کا منتہائے مقصد صرف دنیوی ترقی وکمال ہی نہیں؛ بلکہ سعادت ابدی اور رضائے الٰہی اس کی حیات کا کعبہ مقصود ہے؛ اس لیے وہ ہر شعبہ زندگی کے لیے ایک صالح نظام اجتماعی کا طالب ہے اور ان ہی شعبہ ہائے زندگی کا ایک شعبہ صالح نظام معاشی بھی ہے، نیز اس کا دعویٰ ہے کہ انسان دنیا میں خدا کا نائب اور خلیفہ ہے، اس لیے اس کا فرض ہے کہ وہ حاکم مطلق (اللہ تعالیٰ) کی نگرانی میں ایسی حکومت برپا کرے جو حکومت الٰہیہ کہلا سکے اور جس کا واضع قوانین انسان نہیں؛ بلکہ خود احکم الحاکمین ہو اور ان قوانین کی تنفیذ اس کے نائب خلیفہ کے ہاتھ میں ہو اور یہ حکومت اگر ایک جانب خالص روحانی اور اخلاقی برتری کی معلم ہو تو دوسری طرف عالم وکائنات کی سیاسی، مدنی اور معاشی ترقی وکمال کی حامل ہو۔ غرض ایسے نظام صالح کا قائد ہو کہ جس کی بدولت ساری کائنات نسل وقوم اور ملک ووطن کے محدود دائروں سے آزاد ہو کر یکساں طور پر عدل وانصاف، امن وطمانیت اور خوشحالی ومعاشی رفاہیت سے مالا مال ہو کر اس اعتراف پر مجبور ہو جائے کہ وہ ابدی سعادت کے حصول میں بھی اس کو اپنا رہنما اور قائد تسلیم کرنے لگے، گویا اس کا معاشی نظام اس حیثیت سے ایک فلسفیانہ علم وفن نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو اس کی کاوشوں اور علمی وعملی موشگافیوں میں الجھا کر اصل مقصد سے محروم کردے؛ بلکہ یہ معاشی نظام شعبہ ہے ایک مکمل نظام کا اور آلہ ووسیلہ ہے مقصد حقیقی کے حصول کی آسانی راہ کا، بہر حال جب کہ اسلام کی دعوت اور اس کا پیغام کائنات کے تمام شعبہ ہائے زندگی پر حاوی اور اس کا طریقہ کار ہمہ گیر اور عالمگیر وحدت اجتماعی کا مبلغ ہے اور اس لیے اس کی رشد وہدایت نہ صرف دنیوی زندگی تک محدود؛ بلکہ سعادت دارین سے وابستہ اور قائم ہے اور دنیوی زندگی کی سعادت ابدی سعادت کے لیے ذریعہ اور وسیلہ ہے تو بلاشبہ اس کے لیے کسی طرح یہ موزوں نہیں تھا کہ وہ زندگی کے اس مخصوص شعبہ معاشی نظام کو اپنے مکمل نظام سے علیٰحدہ کر کے ایک خاص محدود نظریہ اور خاص عنوان کے ساتھ ایک علیٰحدہ نظام کی حیثیت دیتا، بے شبہ وہ ایک صالح معاشی نظام کا مالک ہے، مگر وہ نظام بھی تمام دوسرے نظامہائے زندگی کے اصول وآئین اساسی کی طرح ایک مکمل نظام قانون (قرآن عزیز) کا جز ہے اور اس سے علیٰحدہ اپنی مستقل زندگی نہیں رکھتا‘‘۔ (اسلام کا اقتصادی نظام: ۲۴)

یاد رہے کہ کسب معاش کے وقت دو اصول پیش نظر رکھنا چاہئے، ایک یہ کہ جو حاصل کیا جائے، وہ حلال ہو اور دوسرے یہ کہ جن طریقوں سے حاصل کیا جائے، وہ طیب ہو؛ اس لیے کہ قرآن کریم نے حلال وطیب مال کو تلاش کرنے اور حرام وناپاک سے احتیاط وپرہیز کرنے کی ہدایت دی ہے کہ ’’پاک غذا کھاؤ‘‘، کیوں کہ روزی جتنی پاک وصاف اور ہر قسم کے شک وشبہ سے محفوظ رہے گی، اس کا باطن بھی اسی قدر صاف وشفاف رہے گا؛ اس لیے مسلمانوں کو حرام اور ناپاک مال کے قریب بھی نہ پھٹکنا چاہئے، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وسائل معاش کے چار بنیادی ذرائع ہیں:

(۱) **تجارت**: تجارت سب سے بہترین باعزت اور آزاد پیشہ ہے، اس میں آدمی اپنے اوقات کا مالک ہوتا ہے، اس لیے فقہاء کرام نے وسائل معیشت میں تجارت کو فوقیت دی ہے، علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ تجارت اس دنیا میں معاشی اعمال میں سب سے بڑا وسیلہ معاش ہے اور تمدن وحضارت کے اسباب میں سب سے بڑا سبب ہے۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ) چونکہ روزگار کی کسی اور صورت میں اتنی برکت نہیں ہے، جتنی کہ تجارت میں ہے؛ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تجارت کرتا ہے، اس کے یہاں خیر وبرکت ہوتی ہے۔ (کنز العمال) تجارت کی فضیلت کے لیے یہی کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امانت دار تاجر کو انبیاء، شہداء اور صدیقین کا درجہ حاصل ہوگا، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجارت بہت پسند تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر اصحاب کا ذریعہ معاش بھی یہی تجارت تھی، افسوس یہ ہے کہ جب مسلمانوں نے مشروع طریقے سے تجارت کرنا چھوڑ دیا تو اس کو غیروں نے اختیار کرلیا اور ترقیاں اور کامیابیاں حاصل کیں اور نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اقتصادی نظام میں دوسروں کے دست نگر بن کر رہنے لگے، آج مغربی ممالک میں جتنی بھی بڑی بڑی کمپنیاں، ایکسپورٹ اور کارخانے قائم ہیں، یہ سب مسلمانوں ہی کی ذہنی اور فکری پیداوار ہیں، مگر افسوس ہے کہ آج ہم ان کے دست نگر بنے ہوئے ہیں، کیا ابھی تک اس کا وقت نہیں آیا کہ ہم خواب غفلت سے بیدار ہوں اور اپنی عظمت رفتہ کو بحال کرنے کے لیے تجارت کے میدان میں دوبارہ قدم رکھیں اور ترقی پذیر ملکوں اور قوموں کے شانہ بشانہ چلیں؛ بلکہ اس سے بھی آگے نکلنے کی کوشش کریں۔

(۲) **زراعت**: کاشتکاری اور کھیتی باڑی سے انسان اپنی خوراک کا بندوبست کرتا ہے، دیہی علاقوں کے اکثر باشندے کاشتکاری کے ذریعہ کسب معاش کرتے ہیں، اگر زراعت وکاشتکاری اور زمین کی بوائی نہ کی جائے تو نظام معیشت تباہ وبرباد ہو کر رہ جائے گا؛ کیوں کہ کاشتکاری سے ہی انسان سے لے کر چرند وپرند تک سب مستفید ہوتے ہیں، گویا کسان کی کمائی سے ایک جماعت کو فائدہ پہونچتا ہے، سمجھ میں بھی یہی بات آتی ہے کہ اگر زراعت نہ کی جائے تو لوگ کھائیں گے کہاں سے؟ اس لیے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے لکھا ہے کہ دنیا کی ہزار ترقی اور صنعتی ارتقا کے باوجود آج بھی زمین ہی انسان کی غذائی ضروریات کی تکمیل کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور اسی کے ذریعہ صرف غذا ہی نہیں؛ بلکہ علاج وادویہ کی ضروریات بھی پوری ہوتی ہے؛ اس لیے اسلام نے اس کی بڑی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ (حلال وحرام: ۳۸۷) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک قول منقول ہے کہ تم اپنی روزی زمین کے پوشیدہ خزانوں میں تلاش کرو۔ صحابہ کرام میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی زمینیں عراق میں تھیں، جن میں یہ حضرات کاشتکاری کرتے تھے اور خراج ادا کرتے تھے، چونکہ اس پر معیشت کا ایک بڑا نظام قائم ہے، جس سے شہر اور ملک دونوں کو یکساں طور پر فائدہ پہونچتا ہے؛ اس لیے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ اگر ملک کی اکثریت شہری سیاسیات میں مصروف رہے، زراعت اور مویشیوں کی حفاظت کی جانب لوگوں کی توجہ کم ہو جائے تو ان کی بنیادی زندگی کا نظام معطل ہو جائے گا۔ (حجۃ اللہ البالغۃ: ۱۰۹/۳)

(۳) **صنعت وحرفت**: صنعت وحرفت بھی تجارت ہی کا ایک حصہ ہے، جس میں خام مال کی کاریگری اور صنعی گری کر کے اس کو قابل استفادہ بنایا جاتا ہے اور کیمیائی طریقوں سے مختلف قسم کی اشیاء تیار کی جاتی ہیں، اس سے چونکہ ہماری معاشی نظام وابستہ ہے، اس لیے احادیث میں اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، ایک صحابی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے بہتر کمائی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بناتے اور جنگ کے لوہے کی قمیص تیار کرتے تھے، روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔ سورۂ ہود کی ایک آیت کی تفسیر میں حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ فرماتے ہیں کہ اشیاء ضرورت کی صنعت کاری اتنی اہمیت رکھتی ہے کہ بطور وحی انبیاء کو سکھائی گئی۔ (معارف القرآن: ۶۲۰/۴) ابتدائی دور میں مسلمانوں نے صنعت وحرفت میں بڑا اہم رول ادا کیا، مگر جب 17 ویں صدی میں یوری ممالک نے سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں قدم رکھا اور ترقی کی تو مسلمانوں نے اس پہلو پر غور کرنا چھوڑ دیا۔

(۴) **ملازمت**: حصول معاش کا ایک اہم ذریعہ سرکاری یا نیم سرکاری اداروں اور تنظیموں سے وابستہ ہو کر کام کرنا اور اپنے لیے اور اپنے خاندان کے لیے روزی روٹی حاصل کرنا ہے، جس میں ملازم کو اس کی محنت وقابلیت اور وقت کے اعتبار سے تنخواہیں ملتی ہیں، اجرت کا معاملہ ملازم اور مالک کے درمیان باہمی معاہدے سے طے ہوتا ہے، جن کی رعایت دونوں کو کرنی پڑتی ہے، سرکاری اداروں میں کام کی نوعیت اور تنخواہوں کی یافت کی فہرست اخبارات میں پہلے سے شائع ہوتی ہے اور پرائیویٹ اداروں میں باہمی گفت وشنید سے طے کیا جاتا ہے، اگر دنیا کے سارے لوگ تجارت، زراعت اور صناعت وکاریگری ہی کے کاموں میں مصروف رہیں اور ملازمت سے پہلوتہی اختیار کرلیں تو مذکورہ کاروبار کا نظام درہم برہم ہو جائے گا، اس لیے ملازمت یا اجرت (مزدوری) کرنا بھی ضروری ہے۔

کسب معاش کے یہ چار بنیادی ذرائع ہیں، ان میں کسی کمائی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں، یہ سارے کے سارے اپنی اپنی جگہ بہت اہم ہیں، مگر ہاں ایشیائی ممالک کے اکثر تعلیم یافتہ نوجوانوں کے ذہنوں میں ایک غلط تصور پیدا ہو گیا کہ وہ تعلیم کا مقصد سرکاری ملازمت حاصل کرنا سمجھتے ہیں، آج اس بے جا تصور سے سینکڑوں پڑھے لکھے جوان بے روزگاری کی وجہ سے جمود وتعطل کے شکار ہو گئے ہیں، حالانکہ تعلیم کا مقصد ذہن وفکر کو باشعور بنانا اور جہالت وتاریکی کو ختم کرنا ہے، چاہے وہ اسکول وکالج کے طلبہ ہوں یا دینی جامعات اور اداروں کے فارغ التحصیل طلبہ، سب اسی ازمرے میں آتے ہیں، اگر وہ اپنی صلاحیت وقوت کو تجارت وصنعت میں لگائیں تو آج بھی وہ دنیا کی ترقی پذیر قوموں کی صف میں کھڑے ہو سکتے ہیں۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہر شعبہ میں ترقی صرف عمل اور محنت سے ہی ممکن ہے، صرف خیالی منصوبوں سے کوئی بھی آدمی ترقی نہیں کر سکتا، اب بھی ترقی کے سارے دروازے کھلے ہوئے ہیں، کم پونجی سے ہی کاروبار شروع کیجئے۔ ان شاء اللہ ترقی ملے گی، جس سے آپ دنیا میں باعزت زندگی گزار سکیں۔

# شرمناک

ادار یہ روز نامہ ٹیلی گراف (۳/نومبر ۲۰۱۷ء)

**ترجمانی محمد عادل فریدی**

حکومت کہتی ہے کہ ہندوستان ترقی کررہا ہے، اور بدعنوانی کا ہر سطح سے خاتمہ ہورہا ہے اور ملک مکمل طریقہ پر ڈیجیٹل دور میں پہونچنے کی کگار پر ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے دعوں میں کچھ سچائی ہو۔ لیکن اپنے ان سبھی دعوں کے بیچ حکومت یہ بتانا بھول جاتی ہے کہ ان چند سالوں میں تشدد اور نفرت میں کتنا اضافہ ہوگیا ہے، انسانی اخلاق پستی کی انتہا کو پہونچ گئے ہیں، انسانیت مرہی رہے۔ ابھی کچھ دنوں پہلے وشاکھا پٹنم میں ایک بیس سال کے آدمی نے دن کے اجالے میں کھلے عام ایک مصروف شاہراہ پر ایک خاتون کی عصمت دری کردی۔ پاس ہی کھڑے ایک آٹو رکشا کے ڈرائیور نے اس واقعہ کی فلم بھی بنالی اور اس کو انٹرنیٹ پر ڈال دیا، اس ویڈیو سے پتہ چلتا ہے کہ وہ شخص زبردستی اس خاتون کو اپنی ہوس کا شکار بناتا رہا اور راہگیر روزمرہ کی طرح آمدورفت کرتے رہے، کسی نے اس خاتون کو اس درندگی سے بچانے کی کوشش نہیں کی۔ حیرت کی بات ہے کہ ایک ایسے ملک میں جہاں اگر سڑک پر چھوٹا سا جھگڑا ہو جائے تو منٹوں میں ہزاروں کی بھیڑ جمع ہو جاتی ہے، وہاں سب کے سامنے ایک عورت کی عصمت لٹتی رہی اور کوئی بھی اس کی مدد کے لیے آگے نہیں بڑھا، یہ ایسا واقعہ ہے جو انسانیت کو شرمسار کرنے والا اور پورے ملک کا سر شرم سے جھکانے والا ہے۔

متاثرہ خاتون ایک درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھی کہ اچانک گنجی سیوا نام کے شخص نے اس پر حملہ کردیا۔ ایک مصروف شاہراہ پر ہزاروں لوگوں کے مجمع کے سامنے ایک آدمی کا کسی خاتون کی عصمت دری کرنا اس ملک کی ایسی کہانی بیان کرتا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سنگین جرائم کس طرح اس ملک میں ہماری روزمرہ کی زندگی کا حصہ ہوگئے ہیں کہ ان کو آنکھوں کے سامنے دیکھ کر بھی کسی کو کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ بعد میں تحقیقات میں انکشاف ہوا کہ وہ آدمی شراب پیئے ہوئے تھا، مگر کیا نشے میں ہونے سے اس کے اس فعل کی شناعت کم ہو جائے گی؟ ہزاروں کا مجمع تو نشے میں نہیں تھا؟ کیا اس طرح کی صفائی سے جرم کی سنگینی کم ہوگی؟

سپریم کورٹ نے پہلے ہی عصمت دری کے معاملے میں سخت قدم اٹھانے کی ہدایت دے رکھی ہے، لیکن اس کے باوجود اس طرح کے حادثات بند ہونے کا نام نہیں لے رہے ہیں۔ حالیہ دنوں میں ناکام عاشقوں، خاندان والوں، رشتے داروں، پڑوسیوں اور دوستوں کے ذریعہ خواتین حتی کہ نابالغ بچیوں کی عصمت دری کے واقعات میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے، لیکن ان واقعات پر ہونے والے ردعمل سے پتہ چلتا ہے کہ اس ملک کے شہری اور ادارے اس طرح کے تشدد کے عادی ہو چکے ہیں اور یہ واقعات ان کے اندر غم وغصہ پیدا نہیں کر پا رہے ہیں۔ وشاکھاپٹنم میں ہونے والے شرمناک واقعہ نے اس بات کو ثابت کردیا ہے کہ عصمت دری اس ملک کے لیے ناسور اور ایک لاعلاج بیماری بن گئی ہے۔ جنسی جرائم کی سنگینی کا احساس لوگوں کے دلوں سے کم ہوتا جارہا ہے، اس ماحول کو پیدا کرنے میں ہمارے سیاسی رہنماؤں نے بھی بڑا رول ادا کیا ہے، ''لڑکے تو لڑکے ہوتے ہیں'' کے نظریہ نے اوباشوں اور بدمعاشوں کو حوصلہ دیا ہے اور لڑکوں کی جنسی بے راہ روی کو حاصل ہونے والی سیاسی پشت پناہی نے لڑکیوں کے تحفظ کے مسئلہ کو مزید سنگین کردیا ہے۔ ماحول ایسا ہے کہ جنسی تشدد کی شکار خاتون کے لیے انصاف حاصل کرنا بھی جوکھم کا کام ہے، ظلم کا شکار ہونے کے علاوہ اسے سماج میں شرمندہ ہونے کا ڈر بھی لگا رہتا ہے، جس کی وجہ سے چند ہی خواتین انصاف کی لڑائی لڑنے کی ہمت دکھا پاتی ہیں۔ یقیناً وہ ملک اس وقت تک اپنے آپ کو ترقی یافتہ نہیں کہہ سکتا ہے جب تک کہ اس ملک میں ہر مظلوم کو انصاف کی یقین دہانی نہ حاصل ہو۔ وشاکھاپٹنم کے معاملہ میں بہت سے لوگوں کی طرف سے ملزم کی نشے کی حالت کو بنیاد پر بنا کر اس کے جرم کو ہلکا کرنے کی کوشش بھی ہوئی۔ یہ جرم ناقابل معافی ہے اور اس طرح کی دلیلوں سے اس کی سنگینی کم نہیں ہوگی۔ تفتیش کرنے والے آفیسر نے بتایا کہ پولیس کے پاس چھ کال آئے کہ یہاں پر یہ واقعہ ہورہا ہے، اس کی رپورٹ لکھ لیجئے، لیکن کسی آدمی نے بڑھ کر اس واقعہ کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔ لوگوں کی بے حسی کی انتہا اسی سے سمجھ میں آتی ہے کہ خاتون کی مدد کرنے کے بجائے کئی لوگ اس واقعہ کی ویڈیو بنانے میں لگے ہوئے تھے۔ کیا یہ لوگوں کی نفسیات کی حیرت انگیز تبدیلی کا ثبوت نہیں ہے؟ مجمع عام میں آپسی رضامندی سے جسمانی رشتہ بنانا اور اس میں کسی دوسرے کی دخل اندازی نہ کرنا تو کچھ حد تک سمجھ میں آتا ہے، لیکن ایسی بھی کیا بے حسی کہ جسمانی تشدد کے واقعہ آپ کے سامنے ہوتا رہے پھر بھی آپ کے کانوں پر جوں نہ رینگے۔ کیا جرم کے تئیں ایسی بے حسی ملک کے مستقبل کے لیے خطرناک نہیں ہے؟

# انصاف سے ہوگا بدعنوانی کا خاتمہ

ادار یہ روز نامہ ہندوستان ٹائمز (۳/نومبر ۲۰۱۷ء)

**ترجمہ محمد عادل فریدی**

سپریم کورٹ نے سیاست دانوں کے خلاف کرمنل کیسوں کی سنوائی کے لیے خصوصی عدالت قائم کرنے کی ہدایت دی ہے۔ سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ بدعنوانی کے خلاف لڑائی میں قابل ذکر اقدام کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ ایسوسی ایشن فار ڈیموکریٹک ریفارم نے ۲۰۱۴ء میں منتخب ہوئے ۵۴۲ ممبران پارلیامنٹ کے اوپر موجود مقدمات کا تجزیہ کیا تو پتہ چلا کہ ۱۵۸ ممبران (۳۴ فیصد) نے اپنے اوپر کرمنل چارج کا اعتراف کیا، اور ۱۱۲ ممبران (۲۱ فیصد) کے خلاف تو سنگین جرائم کے الزامات ہیں۔ دس ممبران پر قتل کے مقدمے چل رہے ہیں۔ آنے والے ہماچل اسمبلی الیکشن کے ۳۳۸ امیدواروں کا تجزیہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ۱۸ فیصد امیدواروں پر کرمنل چارج ہیں اور ۹ فیصد امیدواروں کے خلاف سنگین جرائم کے الزامات ہیں۔ سپریم کورٹ کے اس حالیہ اقدام کا مقصد ہے کہ مجرموں کے خلاف جلد از جلد کارروائی ہو، کیوں کہ کرمنل چارجز کے ساتھ اگر یہ سیاست دان جتنے زیادہ دنوں تک عہدے پر رہیں گے، ان کے ذریعہ عہدے کے غلط استعمال کا اندیشہ اتنا ہی زیادہ ہوگا، عین ممکن ہے کہ وہ اپنے عہدے اور اثر ورسوخ کا استعمال اپنے جرائم پر پردہ ڈالنے، گواہوں کو خریدنے یا ثبوتوں کو ضائع کرنے میں کریں۔ اس لیے اس خطرے کو کم کرنے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ ان مقدمات پر جلد از جلد عدالتی کارروائی ہو، کیوں کہ سیاسی پارٹیاں ایسے لوگوں کو ٹکٹ دینے سے باز نہیں آئیں گی، جن پر لگے الزامات ثابت نہ ہو چکے ہوں۔ سپریم کورٹ نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ کوئی ممبر پارلیامنٹ یا ممبر اسمبلی اگر ایسے جرم کا مرتکب ہوتا ہے، جس کی سزا کم از کم دو سال یا اس سے زیادہ کی قید ہے تو فوری طور پر اس کی رکنیت چھین لی جائے گی۔ سپریم کورٹ کا ۲۰۱۳ء میں کیا گیا فیصلہ بھی برقرار ہے، جس کے تحت اگر کوئی شخص مجرم ثابت ہو جاتا ہے، تو وہ سزا سنائے جانے کے دن سے اگلے چھ سال تک کوئی بھی الیکشن نہیں لڑسکتا ہے۔ مجرم سیاست دانوں کو ہمیشہ کے لیے الیکشن لڑنے سے روک دینے سے اس مسئلہ کا حل ممکن نہیں ہے۔ اصلاحی انصاف کے نظام میں سزا دینے کا مطلب ہے کہ سزا پوری ہوتے ہی جرم ختم ہوگیا۔ وہ شخص جس کو سزا دے دی گئی وہ ایسا سمجھا جاتا ہے کہ جیسے اس نے سماج سے لیا ہوا قرض ادا کردیا، اور ایک بار جب اس نے قرض ادا کردیا تو اب وہ دوبارہ سماج کے ساتھ شامل ہونے کے قابل ہو چکا ہے۔ چنانچہ کوئی سزا یافتہ سیاست دان اگر اپنی سزا پوری کرنے کے بعد اپنے ووٹروں کا اعتماد دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اس کی امیدواری کو رد نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے اگر مقدمات کو جلد از جلد نپٹایا جائے گا اور انصاف کے عمل میں جلدی کی جائے گی، تو پالیٹیکل سسٹم سے جرم کو کافی حد تک کم کیا جاسکتا ہے۔ خصوصی عدالتوں کے ذریعہ مقدمات کی جلد سے جلد سنوائی کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ ایسے بدعنوان سیاسی لیڈران جو عدالتی کارروائیوں میں تاخیر کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی مجرمانہ شبیہ کے ساتھ سیاست کے میدان میں دندناتے پھرتے ہیں اور عدالتی نظام کی لیٹ لطیفی کو ڈھال بنا کر سنگین جرائم کے مرتکب ہونے کے باوجود اقتدار پر قابض ہیں۔ اس سے سماج کے اندر یہ پیغام بھی جائے گا کہ قانون سے اوپر کوئی نہیں ہے۔ امید ہے کہ سپریم کورٹ کا یہ اقدام سیاسی نظام سے بدعنوانی کو کم کرنے میں معاون ہوگا۔

# حادثے کے بعد

ادار یہ روز نامہ نو بھارت ٹائمز (۴/نومبر ۲۰۱۷ء)

**ترجمہ محمد عادل فریدی**

رائے بریلی کے اونچاہار پاور اسٹیشن کی ایک یونٹ میں بدھ کو ایک المناک حادثہ پیش آیا، اونچاہار این ٹی پی سی کے یونٹ نمبر ۶ میں یہ حادثہ پیش آیا، حادثہ کے وقت اس یونٹ میں ۳۵۰/لوگ کام کررہے تھے، اس حادثہ میں تیس لوگوں کی موت ہوگئی، زخمیوں کی تعداد دوسو سے زیادہ ہے۔ حادثہ این ٹی پی سی میں ہوئے اب تک کے بڑے حادثوں میں ایک ہے۔ حادثے کے وجوہات کے بارے میں تحقیقات جاری ہیں، لیکن ابھی تک کوئی حتمی بات سامنے نہیں آئی ہے۔ لیکن بوائلر کے اسٹیم پائپ کا پھٹنا کوئی عام بات نہیں ہے، خاص طور پر اس لیے بھی سیکورٹی کے اسٹینڈرڈ پر عمل کرنے کے معاملہ میں این ٹی پی سی کا ریکارڈ اچھا رہا ہے۔ کہا جارہا ہے کہ اسٹیم پائپ میں اسٹیم کا پریشر ستر گنا زیادہ بڑھ جانے کی وجہ سے بوائلر پھٹا، ایسا اس لیے ہوا کہ بوائلر کی چمنی کے ڈکٹ میں راکھ جمع ہونے کی وجہ سے گیس نہیں نکل پارہی تھی، ایسے میں بوائلر کو بند کرنا چاہئے تھا، جس پر دھیان نہیں دیا گیا اور اسٹیم کا پریشر بڑھتا چلا گیا، یہ بھی کہا جارہا ہے کہ بوائلر میں سستے قسم کا کوئلا استعمال کیا جارہا تھا، جو کہ جل کر راکھ نہیں بنتا بلکہ پلھل کر بڑے پتھر کی شکل میں جمع ہوتا رہتا ہے، ایسا ہی ایک بڑا پتھر نوے فٹ اوپر چمنی میں جام ہوگیا تھا۔ واضح ہو کہ 1550 میگاواٹ کی صلاحیت والے اس پلانٹ سے اتر پردیش، ہریانہ، ہماچل پردیش، جموں وکشمیر، پنجاب، راجستھان، چنڈی گڑھ، دہلی، اور اترا کھنڈ تک کو بجلی سپلائی کی جاتی ہے۔ 500 میگاواٹ کی جس یونٹ میں حادثہ ہوا، اسے ابھی بند کر دیا گیا ہے، لیکن باقی پانچ یونٹوں میں کام جاری ہے، حادثہ کا شکار چھٹی یونٹ ابھی نئی تھی اور ابھی ٹرائل فیز میں ہی تھی، ابتدائی خبروں میں یہ بھی کہا گیا کہ اس میں کچھ خرابی کا اندیشہ ظاہر کیا گیا تھا، جسے ٹھیک کرنے کے لیے ۲۸/اکتوبر کو کام روکا جانا تھا، مگر کسی وجہ سے ایسا نہیں ہو پایا، تاہم اس بات کی آفیشیل تصدیق ابھی تک نہیں ہو پائی ہے، لیکن اس واقعہ نے این ٹی پی سی کے نظام عمل اور اس میں لگے آلات کے معیار پر بھی گہرا سوال کھڑا کر دیا ہے، اس پلانٹ کے لیے ساری مشینوں اور آلات کی خریداری بھیل (BHEL) یعنی بھارت ہیوی الیکٹریکلس لمٹیڈ کے ذریعہ کی گئی ہے، اس لیے ظاہر ہے کہ جانچ کے دائرے میں این ٹی پی سی کے علاوہ بھیل بھی آئے گا۔ حادثے کے بعد راہل گاندھی کے جائے حادثہ پر جانے کو برسر اقتدار بی جے پی نے سیاسی مسئلہ بنانے کی کوشش کی ہے اور اس کو ''ٹریجڈی ٹورزم'' کا نام دیا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ ایسے سنگین اور غم ناک حادثے میں بھی سرکار کے نزدیک سیاسی نفع نقصان کا جذبہ کارفرما ہے، یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ ملک کی کل بجلی کی پیداوار (329298.27 میگاواٹ) کا 16% حصہ (51623 میگاواٹ) این ٹی پی سی پورا کرتا ہے، ایسے میں اس حادثے کے بعد ضروری ہے کہ اس کی جانچ کو محض رسمی خانہ پری تک ہی محدود نہ رکھا جائے، بلکہ اس کی مکمل غیر جانبدارانہ جانچ کرائی جائے اور جس سطح پر بھی غلطی پائی جائے، اس پر سخت سے سخت کارروائی ہو۔ تازہ خبر یہ ہے کہ اونچاہار این ٹی پی سی کے میٹننس جنرل مینیجر ملیہ مکھرجی کو سسپنڈ کردیا گیا ہے، اور اس میں کئی اعلیٰ افسران کی لاپرواہی بھی سامنے آئی ہے، سرکار نے حادثے کے ذمہ دار افسران پر سخت کارروائی کرنے کی یقین دہانی کرائی ہے، اور مہلوکین کے خاندان والوں کو بیس بیس لاکھ معاوضہ دینے کا بھی اعلان کیا ہے۔

سید محمد عادل فریدی

## اخبارِ جہاں

## کاتالونیہ کا تنازع

کاتالونیہ کی آزادی کی کوششیں اسپین میں گذشتہ چالیس سالوں میں ملک کا سب سے بڑا سیاسی بحران ہے۔کاتالونیہ اسپین کے شمال مشرق میں ایک خودمختار علاقہ ہے جس کی ایک ہزار سال قدیم اور علیحدہ تاریخ ہے۔اس قدرے مالدار علاقے میں تقریباً ۷۵/لاکھ افراد رہتے ہیں۔ان کی اپنی زبان ہے، اپنی پارلیمان ہے، اپنا جھنڈا اور ترانہ ہے۔کاتالونیہ میں قوم پرستوں کو کئی برسوں سے شکایت رہی ہے کہ اس خطے کو اسپین کے نسبتاً غریب علاقوں میں بہت زیادہ پیسے بھیجنے پڑتے ہیں۔یکم نومبر کو ایک ریفرینڈم میں کاتالونیہ کے ۹۰/فیصد ووٹروں نے آزادی کے حق میں ووٹ ڈالے۔اسپین کی قومی پولیس نے جب لوگوں کو اس ریفرینڈم میں شرکت کرنے سے روکنے کی کوشش کی تو شدید جھڑپیں ہوئی تھیں۔کاتالونیہ کی علاقائی پارلیمان نے اسمبلی میں رائے شماری کے بعد اسپین سے آزادی کا اعلان کر دیا۔تاہم اسپین کی حکومت نے اس ریفرنڈم کو غیر آئینی قرار دیا ہے اور کاتالونیہ کی اسمبلی کو تحلیل کر کے عام انتخاب کرنے کا اعلان کیا ہے۔(بی بی سی لندن)

## بانی پاکستان محمد علی جناح کی بیٹی دینا واڈیہ کا امریکہ میں انتقال

پاکستان کے بانی محمد علی جناح کی بیٹی دینا واڈیہ جمعرات کے روز نیویارک میں اپنی رہائش گاہ پر انتقال کر گئیں، اُن کی عمر ۹۸/سال تھی۔وہ محمد علی جناح اور اُن کی بیگم رتن بائی کی اکلوتی اولاد تھیں۔اُن کی ولادت ۱۹۱۹ء میں ہوئی تھی۔اپنی بیگم رتن بائی سے علیحدگی اور پھر اُن کے انتقال کے بعد دینا کی پرورش محمد علی جناح نے خود کی تھی۔وہ اپنی بیٹی سے بے پناہ محبت کرتے تھے، لیکن اُن کے تعلقات اُس وقت کشیدہ ہوئے جب دینا نے بھارت کے ایک پارسی شخص نیول واڈیہ سے شادی کر لی، اُس وقت دینا کی عمر ۱۷/برس تھی۔دینا اور نیول واڈیہ نے ممبئی میں سکونت اختیار کی تھی جہاں اُن کا ایک بیٹا اور بیٹی پیدا ہوئے۔بعد میں ان دونوں میں طلاق ہوگئی تھی۔دینا کے انتقال پر پاکستان کے سبھی بڑے سیاسی رہنماؤں نے اظہار تعزیت کیا ہے۔(بی بی سی لندن)

## اخلاق خراب کرنے کے الزام میں مصری ٹیلی ویزن اینکر کو تین سال کی سزا

ایک مصری ٹیلی ویژن اینکر کو اپنے پروگرام کے دوران شادی کے بغیر حاملہ بننے کے طریقے بتانے کے الزام میں تین سال قید کی سزا سنائی گئی ہے۔النہار ٹی وی کے لیے کام کرنے والی دعا صلاح نے ناظرین سے پوچھا تھا کہ کیا انھوں نے شادی کے بغیر سیکس کے بارے میں سوچا ہے؟ اس کے علاوہ انھوں نے مشورہ دیا تھا کہ عورتوں کو مختصر عرصے کے لیے شادی کرنی چاہیے اور بچے پیدا ہونے کے بعد طلاق لے لینی چاہیے۔انھیں عوام کا اخلاق خراب کرنے کا مجرم قرار دیا گیا ہے، تین برس قید کے علاوہ ان پر دس ہزار مصری پاؤنڈ جرمانہ بھی عائد کیا گیا ہے۔حکام کا کہنا ہے کہ ان کے پروگرام سے مصری زندگی کے ڈھانچے کو نقصان پہنچا ہے۔(بی بی سی لندن)

## چین کا مسعود اظہر پر پابندی لگانے سے انکار

چین نے اقوام متحدہ کی سکیورٹی کونسل میں مولانا مسعود اظہر پر پابندی کی ہندوستانی کی جانب سے پیش کی گئی قرارداد کو روکتے ہوئے ایک بار پھر ویٹو کر دیا ہے۔چین کا کہنا ہے کہ مسعود اظہر کا بھارت میں دہشت گرد حملوں میں ملوث ہونے پر کمیٹی کے ارکان میں اتفاق رائے موجود نہیں ہے۔ہندوستان جیش محمد کے سربراہ مولانا مسعود اظہر کو عالمی سطح پر دہشت گرد قرار دینے کے لیے اقوام متحدہ میں کئی بار قرارداد لا چکا ہے، اور ہر بار اسے چین کی جانب سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا، چین نے کئی بار ہندوستانی قرارداد کو تکنیکی بنیادوں پر ویٹو کیا اور اس بار چوتھی دفعہ چین نے سلامتی کونسل میں ہندوستانی قرارداد کو ویٹو پاور کا استعمال کرتے ہوئے نامنظور کر دیا ہے۔(نیوز ایکسپریس پی کے)

## امریکی حکومت کی طرف سے میانمار فوج پر نئی پابندی کا اعلان

امریکی کانگریس کے ایوانِ اعلیٰ ''سینیٹ'' میں ریپبلکن اور ڈیموکریٹک دونوں پارٹیوں کے ممبران پارلیمنٹ نے روہنگیا مسلم اقلیتوں پر ظلم و تشدد کی وجہ سے میانمار فوج کے اعلی افسران کے خلاف پابندیوں کو لاگو کرنے کے لئے ایک نیا بل پیش کیا ہے۔بل پیش کرنے والوں میں ریپبلکن پارٹی کی سینیٹ مسلح سروس کمیٹی کے چیئرمین جان میک کین اور ڈیموکریٹک رہنما بین کارڈن شامل ہیں۔(یو این آئی)

## جوہری ہتھیاروں سے مسلح شمالی کوریا قبول نہیں: جنوبی کوریا

جنوبی کوریا کے صدر مون جے ان نے کہا ہے کہ ان کا ملک جوہری ہتھیاروں سے مسلح شمالی کوریا کو کبھی بھی قبول نہیں کرے گا۔صدر مون نے جنوبی کوریا کی جانب سے جوہری ہتھیاروں کا خود اپنا ذخیرہ تیار کرنے یا اسے اپنے پاس رکھنے کے خیال کو بھی مسترد کر دیا۔انہوں نے کہا کہ ہم جزیرہ نما کوریا میں امن چاہتے ہیں۔اس لیے جزیرہ نما کوریا میں بھی کوئی مسلح تنازع نہیں ہونا چاہیے۔ان کا کہنا تھا کہ ہم شمالی کوریا کو ایک جوہری طاقت کے طور پر تسلیم نہیں کر سکتے۔جنوبی کوریا بھی نہ تو جوہری ہتھیار بنائے گا اور نہ ہی اسے اپنی ملکیت میں رکھے گا۔(وائس آف امریکہ)

## یمن میں قیام امن کی راہ میں ایران حائل ہے: سعودی عرب

سعودی عرب کے وزیرِ خارجہ عادل الجبیر نے الزام عائد کیا ہے کہ یمن میں جاری بحران کے حل نہ ہونے کی ایک بڑی وجہ ایران کی معاندانہ پالیسی ہے جو وہاں قیامِ امن کی راہ میں رکاوٹ بن رہی ہے۔سعودی وزیر نے الزام عائد کیا کہ ایران یمن کے دارالحکومت صنعا پر قابض شیعہ حوثی باغیوں اور ان کے اتحادی سابق صدر علی عبداللہ صالح کے حامی جنگجوؤں کو ہتھیار فراہم کر رہا ہے۔عادل الجبیر نے حوثی باغیوں کو یمن میں بھوک اور غربت بڑھانے کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے دعویٰ کیا کہ باغیوں کے باعث ہی یمن کے ۴۰/لاکھ سے زائد بچے تعلیم سے محروم ہیں۔اقوامِ متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق یمن کی خانہ جنگی اب تک ۱۰ہزار افراد کی جان لے چکی ہے۔(وائس آف امریکہ)

## بزنس، روزگار و کیریر

## کوئی بھی ٹیکنیکل کورس فاصلاتی نہیں ہوگا: سپریم کورٹ

ملک کی سب سے بڑی عدالت سپریم کورٹ نے اپنے ایک فیصلہ میں یہ واضح کیا ہے کہ ملک میں کوئی بھی ٹیکنیکل کورس فاصلاتی (correspondence) نہیں ہوگا۔اس سلسلہ میں اڈیشہ ہائی کورٹ کے فیصلہ کو خارج کرتے ہوئے سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ سنایا۔اس سے قبل اڈیشہ ہائی کورٹ نے انجینئرنگ، مینجمنٹ، فارمیسی اور میڈیکل جیسے ٹیکنیکل کورسز کو فاصلاتی طرز پر کرانے کی منظوری دی تھی۔سپریم کورٹ نے سبھی تعلیمی اداروں کو یہ ہدایت دی ہے کہ وہ اپنے یہاں Distance Mode میں کوئی بھی ٹیکنیکل کورس شروع نہ کریں۔

## بہار اسکول اگزامنیشن بورڈ نے بدلا امتحان کا پیٹرن

بہار اسکول ایگزامنیشن بورڈ (BSEB) نے سکینڈری اور ہائر سکینڈری کے امتحانوں کا پیٹرن تبدیل کر دیا ہے۔اب نئے پیٹرن میں ہر سبجیکٹ کے پچاس فیصد سوالات اوبجیکٹو (Objective) ہوں گے۔اوبجیکٹو ٹائپ کے سوالوں کے لیے طلبہ کو اوایم آر شیٹ (OMR SHEET) دی جائے گی۔فزکس، کمسٹری، بایولوجی، فزیکل ایجوکیشن، سائکولوجی (نفسیات) جغرافیہ، ہوم سائنس، اگریکلچر اور کمپیوٹر سائنس کے پرچے ستر نمبر کے ہوں گے۔اور تیس نمبر پریکٹیکل کے لیے ہوں گے۔پریکٹیکل امتحانوں کے لیے بھی بورڈ نے نیا طریقہ نافذ کیا ہے، اب پریکٹیکل امتحان بھی ایگزام سنٹر پر ہی ہوں گے، اس کے لیے بورڈ نے ٹائم ٹیبل بھی جاری کر دیا ہے۔انٹرمیڈیٹ کے پریکٹیکل امتحان ۱۱/جنوری ۲۰۱۸ء سے شروع ہوں گے اور ۲۵/جنوری ۲۰۱۸ء کو ختم ہوں گے۔امتحان کا انعقاد دو نشستوں میں کیا جائے گا، پہلی نشست صبح 9:45 بجے سے دوپہر ایک بجے تک اور دوسری نشست دوپہر 1:45 بجے سے شام 5:00 بجے تک ہوگی۔مزید معلومات کے لیے بہار اسکول ایگزامنیشن بورڈ کی آفیشیل ویب سائٹ www.biharboard.ac.in پر لاگ ان کریں۔(ایجنسی)

## جے ای ای ایڈوانس (JEE ADVANCED) کے لیے اہلیت کی شرطیں جاری

آئی آئی ٹی کانپور نے جے ای ای ایڈوانس ۲۱۸ء کے لیے اہلیت کی شرطیں جاری کر دی ہیں۔واضح ہو کہ اس سال جے ای ای ایڈوانس کے امتحان میں بیٹھنے والے طلبہ کا کوٹا بڑھا کر 2,24000 (دو لاکھ چوبیس ہزار) کر دیا گیا ہے۔خیال رہے کہ آئی آئی ٹی کان پور کے ذریعہ یہ امتحان ۲۰/مئی ۲۰۱۸ء کو منعقد ہوگا۔ایگزام اتھارٹی نے جی ایس ٹی کی وجہ سے امتحان کی فیس کو بھی بڑھا دیا ہے، اب جینرل کیٹگری کے طلبہ کو جی ایس کے ساتھ 2600 روپئے جب کہ ایس سی، ایس ٹی اور معذور امیدواروں کو 1300 روپئے دینے ہوں گے۔اہلیت کے لیے مقرر کردہ شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

**کوششوں کی تعداد:**

ایک امیدوار زیادہ سے زیادہ دو سال لگاتار جے ای ای ایڈوانس کا امتحان دے سکتا ہے۔اگر بورڈ نے تعلیمی سال 2015-16 کا ریزلٹ جون 2016 کے بعد جاری کیا ہے تو کنڈیڈیٹ 2018 کے امتحان میں بیٹھ سکتا ہے۔

**لازمی فیصد:**

امیدوار کو بارہویں کے بورڈ امتحان میں کم از کم 75% نمبر ہونا لازمی ہے۔ایس سی، ایس ٹی اور پی ڈبلیو ڈی کینڈیڈیٹ کو نمبرات میں پانچ فیصد کی چھوٹ دی گئی ہے۔

## انڈین پوسٹ سروس میں دسویں پاس کے لیے ویکنسی

انڈیا پوسٹ نے اتر پردیش میں ''گرامین ڈاک سیوک'' کے عہدے کے لیے 5314 ویکنسی نکالی ہے، اگر آپ نے سرکار سے منظور شدہ کسی بھی بورڈ سے دسویں پاس کیا ہے تو آپ اس پوسٹ کے لیے درخواست دے سکتے ہیں، اس پوسٹ کے لیے امیدواروں کی عمر ۱۸/سال سے لے کر ۴۰/سال تک ہو سکتی ہے، امیدواروں کا انتخاب دسویں میں آئے نمبرات کی بنیاد پر ہوگا۔درخواست دینے کے لیے امیدواروں کو رجسٹریشن فیس کے طور پر 100 روپئے ادا کرنے ہوں گے، خواتین، ایس سی، ایس ٹی اور معذور امیدواروں کے لیے کوئی فیس نہیں ہے۔درخواست آپ آن لائن دے سکتے ہیں، آخری تاریخ ۲۹/نومبر ۲۰۱۷ء ہے۔(نو بھارت ٹائمز)

## بہار میں پولیس سب انسپکٹر کے 1717 عہدوں کے لیے ویکنسی

بہار پولیس سب آرڈینٹ سروس کمیشن نے سب انسپکٹر کے 1717 خالی عہدوں پر بحالی کے لیے ویکنسی جاری کی ہے۔اہل اور خواہش مند امیدوار درخواست دے سکتے ہیں۔امیدواروں کو گریجوئیٹ یا کسی منظور شدہ یونیورسٹی سے مساوی امتحان پاس ہونا ضروری ہے، بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے عالم آنرس پاس کیے ہوئے امیدوار بھی اس پوسٹ کے لیے درخواست دے سکتے ہیں۔عمر کی حد 20 سے 37 سال تک ہے، ایس سی، ایس ٹی کو عمر میں پانچ سال کی اور او بی سی کو تین سال کی چھوٹ ہے۔بحالی کے لیے تحریری امتحان ہوگا، تحریری امتحان میں کامیاب ہونے والے امیدواروں کو انٹرویو کے لیے بلایا جائے گا، آخری مرحلہ میں دستاویزوں کا ویریفلیشن ہوگا۔اس پوسٹ کے لیے تنخواہ کا اسکیل 9300-34800 روپئے ماہانہ ہے۔جنرل/ بی سی/ او بی سی امیدواروں کو 700 روپئے اور ایس سی/ ایس ٹی امیدواروں کو 400 روپئے فیس آن لائن ادا کرنا ہوگا۔درخواست جمع کرنے کی آخری تاریخ 30 نومبر 2017 ہے۔مزید معلومات کے لیے بہار پولیس سب آرڈینیٹ سروس کمیشن کی آفیشیل ویب سائٹ http://www.bpssc.bih.nic.in پر لاگ ان کریں۔(نو بھارت ٹائمز)

سائنس وٹکنالوجی

# وائی فائی کی جگہ لائی فائی

سید محمد عابد

حال ہی میں ایک کمپنی نے ریڈیو موجوں کے بجائے روشنی کے زریعے انٹرنیٹ ڈاٹا کی ترسیل کا کامیاب تجربہ کیا ہے، جس میں ایک روایتی وائی فائی راؤٹر کا کام ) یعنی انٹرنیٹ سگنلز کی براڈ کاسٹ ( کیلئے ایک ایل ای ڈی بلب کو استعمال کیا گیا۔ یوں یہ ایل ای ڈی بلب روشنی کے ساتھ ڈیٹا کی منتقلی کا اضافی کام بھی کرسکتا ہے۔ کیونکہ اس طریقے میں ڈیٹا کی منتقلی لائٹ کے زریعے ہوتی ہے اس لئے ٹیکنالوجی کو لائی فائی کا نام دیا گیا ہے۔

یہ ٹیکنالوجی یورپی ملک ایسٹونیا میں موجود ایک کمپنی ویلمنی (Velmenni) نے اپنی آفس میں متعارف کرائی ہے۔ اگرچہ ویلمنی کے دفتر میں لائی فائی کے زریعے ڈیٹا کی منتقلی کی رفتار 1 گیگا بٹس فی سیکنڈ تھی لیکن لیبارٹری ٹیسٹوں میں لائی فائی کے زریعے 224 گیگا بٹس فی سیکنڈ کی انتہائی رفتار کامیابی سے حاصل کی جا چکی ہے جو کہ وائی فائی کی بہ نسبت 100 گناہ زیادہ تیز ہے۔

اس طریقہ کار میں ایک روشنی کا منبع (Source) مثلاً ایل ای ڈی بلب ،انٹرنیٹ ڈیٹا کنکشن اور ایک فوٹو ڈیکٹر درکار ہوتا ہے۔ یہ تمام اجزاء آجکل مارکیٹ میں بہ آسانی دستیاب ہیں۔ اس لئے امید کی جاسکتی ہے کہ جلد ہی یہ ٹیکنالوجی صارفین کیلئے دستیاب ہوگی۔

لائی فائی کا آئیڈیا ایڈنبرگ یونیورسٹی کے پروفیسر ہیرالڈ ہاس نے 2011 میں منعقدہ TED کانفرنس میں پیش کیا تھا۔ اسی کانفرنس میں جہاں انھوں نے ایک ایل ای ڈی بلب کے زریعے ڈیٹا کی ترسیل کی آئیڈیا پیش کیا وہیں پروفیسر اور ان کی ٹیم نے ایک قدم آگے جاتے ہوئے ایک ایل ای ڈی بلب کے زریعے وڈیو اسٹیمرنگ کا عملی نمونہ بھی پیش کیا۔ اس موقع پر پروفیسر ہیرالڈ کا کہنا تھا کہ مستقبل میں یہ ٹیکنالوجی کروڑوں ایل ای ڈی بلبوں کو لائی فائی راوٹروں میں بدل دے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

**فوائد**:

لائی فائی کو روایتی وائی فائی ٹیکنالوجی کی نسبت مندرجہ ذیل فوائد دے گی۔

1۔ یہ روایتی وائی فائی راؤٹرز کی نسبت بہت زیادہ تیز رفتار ہے، اور اس کے لیے درکار خام مال بھی بہ آسانی دستیاب ہیں۔

2۔ کچھ خاص ماحولوں مثلاً ہوی انڈسٹری اور ہوائی جہازوں میں وائی فائی سگنل برقی شور (Electrical Noise) کی وجہ سے کارگر نہیں رہتے۔ اس لئے صنعتوں اور ہوائی جہازوں میں لائی فائی سے انٹرنیٹ سے منسلک ہونا آسان ہوگا کیونکہ روشنی برق مقناطیسی شور سے متاثر نہیں ہوتی۔

3۔ ریڈیو بینڈ اب انتہائی گنجان ہو چکے ہیں اور بہت مہنگے بھی ہیں۔ جبکہ مرئی روشنی میں موجود تمام تر ریڈیو بینڈ ابھی تک استعمال میں نہیں لایا گیا اور مفت دستیاب ہے۔

**نقصانات**:

1۔ دن کی روشنی میں لائی فائی راؤٹرز کا استعمال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ دن کے وقت سورج کی روشنی کی وجہ سے ایل ای ڈی کی روشنی بالکل کارگر نہیں رہتی۔

2۔ کیونکہ مرئی روشنی دیوار کے آر پار نہیں جاسکتی اس لئے ایل ای ڈی بلب سے براڈ اکاسٹ ہونے والا ڈیٹا بھی ایک ہی کمرے تک محدود رہے گا۔ اگر آپ انٹرنیٹ کو ایک ہی کمرے تک محدود نہیں رکھنا چاہتے پھر اس صورت میں لائی فائی آپ کے لئے موزوں نہیں۔

**ممکنہ استعمالات**:

اوپر بیان کردہ لائی فائی کے مضبوط پہلوؤں اور کمزوریوں کی روشنی میں ہم اتنا کہہ سکتے ہیں مستقبل میں یہ ٹیکنالوجی ہسپتالوں، ہوائی جہازوں اور دیگر کاروباری اداروں میں اپنی جگہ بنانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ

راشد العزیری ندوی

## مولانا محمد شبلی القاسمی امارت شرعیہ کے نائب ناظم مقرر

امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ کے کاموں کا دائرہ وسیع ہونے کی وجہ سے مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم نے مولانا حکیم محمد شبلی القاسمی کو امارت شرعیہ کا نائب ناظم مقرر کیا ہے، مولانا یک باصلاحیت اور ذی وقار عالم دین اور کئی کتابوں کے مصنف ومؤلف ہیں۔ آپ ضلع مدھوبنی کے بسفی بلاک کے موضع اسراہی کے باشندے ہیں، ان کا امارت شرعیہ سے دیرینہ تعلق رہا ہے جس کی بناپر وہ ہمیشہ مسئلہ امارت اور فکر امارت کی ترجمانی بھی کرتے رہے ہیں۔ درمیان میں کچھ مدت کے لئے مدینہ منورہ کے ایک تعلیمی ادارہ میں تدریسی خدمات بھی انجام دیا ہے، انشاءاللہ ان کی تنظیمی صلاحیتوں سے امارت شرعیہ کو فائدہ پہونچے گا اور ادارہ کو ہر جہت سے استحکام ملے گا۔

## امارت شرعیہ ہاسپٹل کا طبی کیمپ - ہزاروں مریضوں نے فائدہ اٹھایا

امارت شرعیہ پھلواری شریف کے مولانا سجاد میموریل اسپتال کی جانب سے ایسوسی ایشن آف مسلم ڈاکٹرس کے تعاون سے ۲۹/اکتوبر کو ایک بڑے ہیلتھ چیک اپ کیمپ کا اہتمام کیا گیا؛ جس میں پٹنہ سمیت دور دراز علاقوں کے ہزاروں مریضوں کا ماہر ڈاکٹرس کے ذریعہ معائنہ کیا گیا، صبح سویرے سے ہی مریضوں اور ڈاکٹروں کی آمد شروع ہوگئی، اس کیمپ کی تیاری پچھلے کئی دنوں سے زور شور سے چل رہی تھی، امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ کے سکریٹری مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ خود ان تیاریوں میں شریک رہے، ہیلتھ کیمپ کے آغاز سے قبل منعقد دعائیہ مجلس سے خطاب میں ٹرسٹ کے سکریٹری نے کیمپ کے انعقاد کے مقاصد اور مولانا سجاد میموریل ہاسپٹل کی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے کیمپ میں تعاون پیش کرنے والے تمام ڈاکٹروں کا شکریہ ادا کیا اور مستقبل میں بھی اس طرح کے تعاون کی اپیل کی تا کہ پریشان حال مریضوں کی دادرسی کی جاتی رہے، اس موقع پر مولانا محمد شبلی القاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے اپنے دعائیہ خطاب میں انسانی صحت کی اہمیت اور اس کی حفاظت پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ امارت شرعیہ اور اس کے شعبہ جات میں ہاسپٹل ایک اہم شعبہ ہے صحت وتندرسی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے جس کی حفاظت کا شریعت نے واضح حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے تمام بیماریوں کی دوا اس کا علاج بھی دنیا میں پیدا کیا مریضوں کو مرض کے علاج کی تاکید فرمائی، مولانا نے فرمایا کہ اگر ہم تندرست نہیں رہے تو اپنے رب کی عبادت بھی صحیح طور پر انجام نہیں دے سکتے، امارت شرعیہ کے ہاسپٹل کی جانب سے حفظان صحت کے تعلق سے ہمیشہ لوگوں مین بیداری مہم چلائی جاتی رہی ہے، اسی کا ایک حصہ اس طرح کے کیمپ منعقد کرانا بھی ہے، لوگوں کو اس سے پورا فائدہ اٹھانا چاہیے۔ دعائیہ تقریب میں ہاسپٹل کے علاوہ امارت شرعیہ کے دیگر کارکنان وذمہ داران بالخصوص مولانا محمد افتخار نظامی، مولانا ابوالکلام شمسی، مولانا رضوان احمد ندوی، مولانا عبدالباری، مولانا مسعود وغیرہ شریک تھے کیمپ میں مختلف امراض بالخصوص ہارٹ، نیورو، آرتھو، پیڈ ٹرک، آنکھ ناک کان گلا اور دانت کے مریضوں کا ہر ڈاکٹروں نے پوری مستعدی اور یکسوئی سے تسلی بخش معائنہ کیا اور نسخے تجویز کئے، لینس لگائے جانے والے مریض کا انتخاب بھی کیا گیا ہے، تا کہ امارت شرعیہ ہاسپٹل کی جانب سے انہین لینس لگایا جاسکے، جن ڈاکٹروں نے اس کیمپ میں اپنا قیمتی وقت دیا ان میں ڈاکٹر ایس نثار احمد، ڈاکٹر مقبول احمد، ڈاکٹر حسین احمد، ڈاکٹر امجد، ڈاکٹر مرتضیٰ انصاری، ڈاکٹر زیڈ آزاد، ڈاکٹر انور عالم، ڈاکٹر سجاد حیدر، ڈاکر عبید الرحمٰن، ڈاکٹر زین العابدین، ڈاکٹر اطہر انصاری، ڈاکٹر شمس الہدیٰ، ڈاکٹر تمثیل احمد، ڈاکٹر خالد محمود، ڈاکٹر سجاد احسن، ڈاکٹر سید یاسر حبیب، ڈاکٹر شبانہ پروین، ڈاکٹر سعدیہ حسن، ڈاکٹر ایم ایس حق، ڈاکٹر جاوید انور، اور ڈاکٹر زیڈ رحمٰن کے نام اہم ہیں، اس کیمپ کے انعقاد سے مریضوں میں غیر معمولی خوشی اور امید کی کیفیت دیکھی گئی۔ ڈاکٹر مقبول احمد سکریٹری ایوسی ایشن آف مسلم ڈاکٹرس نے اس موقع سے اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ امارت شرعیہ اور اس کے بزرگوں نے ہم ڈاکٹروں کو خدمت کا موقع دیا اس کے لئے ہم مشکور ہیں، اور اس طرح کی خدمت کو ہم مستقبل میں بھی سعادت سمجھیں گے۔ یہ اطلاع جناب اعجاز احمد ہاسپٹل انچارج نے دی۔

## کانٹریکٹ اساتذہ کو ہائی کورٹ سے راحت

پٹنہ ہائی کورٹ نے تقریبا چار لاکھ کانٹریکٹ ٹیچروں کو بڑی راحت دیتے ہوئے انہین ریگولر اساتذہ کے برابر تنخواہ دینے کا حکم دیا ہے، چیف جسٹس راجندر میمنن اور جسٹس ڈاکٹر انل کمار اپادھیائے کی بینچ نے کہا کہ ایک ہی طرح کے کام کے لئے مختلف طرح کی تنخواہ دینا آئین کے تحت کئے گئے برابری کے اختیارات کی خلاف ورزی ہے۔ کانٹریکٹ اساتذہ کی تنخواہ طے کرنے والا کانٹریکٹ ٹیچر ضابطہ 2008 آئین کی دفعہ 14 کے خلاف ہے، کانٹریکٹ ٹیچر بھی ریگولر اساتذہ کی طرح تنخواہ اور دوسرے فائدہ لینے کے حقدار ہیں۔ بینچ نے یہ کہتے ہوئے بہار سکنڈری ٹیچر اسٹرگل کمیٹی اور بہار سکنڈری ٹیچرس ایسوسی ایشن سمیت ۱۱ درخواستوں کے مطالبے کو تسلیم کرلیا۔ عرضی گزاروں کی طرف سے ایڈوکیٹ وینو کمار نے عدالت سے کہا کہ یہ فیصلہ تاریخی ہے اور وہ دوسری ریاستوں میں کانٹریکٹ اساتذہ کو بھی ریگولر اساتذہ کے برابر تنخواہ دینے کا راستہ صاف ہو گیا ہے۔ عرضی گزاروں کی طرف سے ایڈوکیٹ سنجیو کمار اور دوسروں نے کہا تھا کہ آئین اور قانون میں یکساں کام کے بدلے یکساں تنخواہ دینے کی بات کہی گئی ہے، اس کے باوجود حکومت ریگولر اساتذہ کے برابر کانٹریکٹ اساتذہ کو تنخواہ نہیں دے رہی ہے، جبکہ سپریم کورٹ نے بھی واضح طور پر کہا ہے کہ یکساں کام کے بدلے یکساں تنخواہ دی جائے۔ وکیل نے کہا کہ کانٹریکٹ اساتذہ کا یہ حال ہے کہ وہاں کی تنخواہ چپراسی اور کلرک سے بھی کم ہے۔ جبکہ ٹیچر بچوں کو علم دیتے ہیں، حکومت سے انہیں بھی ریگولر اساتذہ کی طرح تنخواہ دینے کو کہا جائے۔

## 3896 سرکاری ملازمین اور 41 سیاستداں بدعنوانی میں ملوث

ملک میں گزشتہ ڈھائی سال کے دوران 3896 سرکاری ملازمین اور 41 سیاستداں بدعنوانی کے معاملات میں ملوث پائے گئے ہیں، جبکہ انسداد رشوت ستانی قانون 1988 کے تحت روزانہ 11 افراد بدعنوانی میں ملوث پائے جاتے ہیں۔ فی الحال 30 جون 2017 تک ایک ہزار 629 معاملات میں 9960 ملوث پائے جاچکے ہیں۔ اس سلسلہ میں اگست میں پارلیمنٹ کے ایوان بالا یعنی راجیہ سبھا کو مطلع کیا گیا۔ ذرائع کے مطابق ان 9960 افراد میں سے 60 فیصد عام لوگ ہیں، لیکن 39 فیصد یعنی 3896 سرکاری ملازمین اور 41 سیاستداں کے خلاف بدعنوانی کے کیس درج کیے گئے ہیں۔ ان اعداد وشمار نے حکومت کے دعوے کی قلعی کھول دی ہے کہ بدعنوانی کو روکنے میں اسے کامیابی حاصل ہوئی، بلکہ اس کے برعکس انکشاف ہوا ہیکہ 2015-2016 کے درمیان بدعنوانی کے معاملات میں 10 فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ تین دنوں میں لگ بھگ دو ہزار سے زائد افراد کے خلاف بدعنوانی کے معاملات میں اضافہ ہوا ہے، اور 503 افراد کو سزا کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ رپورٹ کے مطابق 6414 بدعنوانی کے معاملات زیر سماعت ہیں، جن میں تقریبا 35 ہزار افراد ملوث ہیں۔ جن میں 18780 عام شہری اور 16 ہزار 875 سرکاری ملوث ہیں، جبکہ 115 سیاستداں بھی ملوث پائے گئے ہیں۔ سی بی آئی نے 850 معاملات کی تحقیقات کی اور ان میں سے 14 گزشتہ پانچ سال سے دھول چاٹ رہے ہیں۔ فی الحال بدعنوانی کے معاملہ میں 176 مما لک میں 79 واں نمبر ہے۔

E:\Naqueeb\Naqueeb Final Copies From 25 septmeber to 25 December2017\06.11.2017 Naqueeb.inp 07/04/39 12:02 & PAGE 10 (1,1)



# ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

## بابری مسجد معاملہ میں عدالت کا فیصلہ ہی قابل قبول: حضرت مولانا محمد ولی رحمانی

بابری مسجد اور رام جنم بھومی تنازع پر اچانک مصالحت کی بات سامنے آنے اور اس میں آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کا نام شامل کئے جانے پر اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے بورڈ کے جنرل سکریٹری مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ نے اپنے بیان میں فرمایا کہ یہ خبریں بے بنیاد ہیں اور اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے، آپ نے اس خبر کو بھی غلط بتایا جس میں کہا گیا ہے کہ اس سلسلہ میں شری شری روی شنکر کی آپ سے فون پر بات چیت ہوئی ہے، آپ نے فرمایا کہ چونکہ ۵/دسمبر سے سپریم کورٹ میں بابری مسجد معاملہ کی شنوائی ہونی ہے، اس لئے اس سے پہلے اس طرح کی افواہ پھیلا کر فضا کو بگاڑنے کی سازش کی جارہی ہے، اس سازش کو سمجھنے اور اس سے چوکنا اور ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے، بابری مسجد معاملہ میں آپ نے بورڈ کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلم پرسنل لابورڈ کا شروع ہی سے یہ موقف ہے کہ مسجد کی جگہ فرش تا عرش قیامت تک کے لئے مسجد کے حکم میں ہے اور اس سلسلہ میں سپریم کورٹ کا فیصلہ ہی قابل قبول ہوگا، جہاں تک بات چیت کا معاملہ ہے تو اس سے پہلے بھی ماضی میں کئی بار بات چیت کا دور چلا اور ناکام ہوا، اب اگر ایسی بات ملک کے کسی ذمہ دار کی طرف سے سامنے آتی ہے اور بلا شرط کوئی ٹھوس فارمولہ پیش کیا جاتا ہے تو اسے مسلم پرسنل لابورڈ کی مجلس عاملہ میں پیش کرنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ لیا جاسکتا ہے، آپ نے لوگوں سے اپیل کی کہ وہ افواہوں پر دھیان نہ دیں، اس طرح کی سازشوں کا حصہ نہ بنیں اور اپنے حق کے لئے دعاؤں کا اہتمام کریں۔

## رحمانی ۳۰ داخلہ ٹیسٹ کی تاریخ ۱۹/نومبر اور فارم بھرنے کی آخری تاریخ ۱۰/نومبر

رحمانی پروگرام آف ایکسیلینس (رحمانی ۳۰) نے نئے سیشن (۲۰۱۸ء-۲۰۲۰ء) کے لئے اعلامیہ جاری کردیا ہے۔ رحمانی ۳۰ انٹرنس ٹیسٹ اتوار ۱۹/نومبر ۲۰۱۷ء کو منعقد ہوگا۔ اس امتحان میں مسلم مائنورٹی کے طلبہ اور طالبات حصہ لے سکیں گے، اس سال یہ انٹرنس ٹیسٹ NDA,CLAT,CS/CA,NEET,IIT-JEE(Adv/Main) ان تمام مقابلہ جاتی امتحان کی تیاری کیلئے ہوگا۔ رحمانی ۳۰ کے جانب سے یہ انٹرنس ٹیسٹ ملک بھر کے تقریباً ۲۱/صوبوں اور ۱۲۲/سے زائد اضلاع میں لیا جائے گا۔ امتحان سے متعلق تمام تفاصیل مثلاً ٹیسٹ سینٹرس، رجسٹریشن فارم، وغیرہ آن لائن www.rahmanimission.org پر موجود ہے۔

رحمانی ۳۰ کے اس انٹرنس ٹیسٹ میں صرف ہمارے اقلیت سماج کے ایسے طلبہ و طالبات شرکت کرسکتے ہیں جو کہ ۲۰۱۸ء کے بورڈ/اسکول کے امتحان میں شریک ہونے والے ہوں۔ اس امتحان کے سوالات نویں اور دسویں جماعت کے سی۔بی۔ایس۔ای۔بورڈ کے نصاب پر مشتمل ہونگے۔ اس میں حساب وفزکس، کمیسٹری، بائیولوجی، کے علاوہ اپٹیٹیوڈ مینٹل میتھ میٹکس کو بھی شامل کیا گیا، گذشتہ سال کی طرز پر اس سال بھی انجنیئرنگ، میڈیکل، کامرس، اور قانون کے امتحان کا پرچہ ایک ہی ہوگا اور تمام سبجیکٹس لازمی ہونگے۔ یعنی انجنیئرنگ کے طلبہ کو بائیولوجی اور میڈیکل کا رجحان رکھنے والے طلبہ کو حساب اور فزکس کے سوالات کو اٹیمپٹ کرنا لازمی ہوگا۔ یہ تبدیلی اکیڈمک ٹیم کی سفارش پر کی گئی ہے جس کا ماننا ہے کہ دسویں جماعت مکمل نصاب طلبہ کی ذہنی نشوونما اور مشکلات کے حل کیلئے لازمی ہے۔ ان موضوعات پر اچھی گرفت طلبہ کی کامیابی کی ضامن ہے۔

رحمانی پروگرام آف ایکسیلنس (رحمانی ۳۰) اس تعلیمی تحریک کا اظہار ہے جسے حضرت امیر شریعت و جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ نے شروع کیا تھا۔ اس تحریک کے پس منظر میں مسلم اقلیت کے درمیان اقتصادی، تعلیمی اور سماجی پستی کی وہ دل شکن تصویر ہے جسے "سچر کمیٹی" اور دوسری کمیٹیوں کی رپورٹس نے منظر عام پر لانے میں مدد کی۔ ۲۰۰۸ء میں "رحمانی ۳۰" رہائشی کوچنگ سینٹر" کو حضرت امیر شریعت مدظلہ نے جناب ابھیانند جی (سابق ڈی۔جی۔پی۔بہار) کی اکیڈمک رہنمائی میں قائم کیا تھا۔ اس تحریک اور ادارے کا مقصد اقلیتوں میں تعلیمی ایکسیلنس پیدا کرنا اور امید کی کرن جگانا ہے۔

حضرت امیر شریعت مولانا محمد ولی صاحب مدظلہ نے تمام طلبہ، اساتذہ، اسکول کے ذمہ داران، اور ٹیسٹ سینٹرس کے منتظمین سے اپیل کی ہے کہ وہ رحمانی ۳۰ کے انٹرنس ٹیسٹ کو ایکسیلینس کے جانب بڑھتا ہوا ہماری مائنورٹی کا متحدہ قدم جانیں۔ انہوں فرمایا کہ اس تحریک کی اصل کامیابی ہمارے طلبہ اور طالبات کی جاگتی ہوئی وہ امید ہے جو سال در سال ان کی بڑھتی ہوئی شرکت سے نظر آتی ہے الحمدللہ بچوں کے اندر امید جاگنے لگی ہے اور یہ سمجھنے لگے ہیں کہ آئی آئی ٹی، میڈیکل، المپیاڈ وغیرہ جیسے سخت ترین امتحانات کو عبور کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے تمام طلبہ سے اپیل کی ہے کہ وہ اس مقابلے کو تعلیمی جشن کے طور پر دیکھیں اور تعلیم ایکسیلینس پیدا کرنے کے لئے اس مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

## امارت شرعیہ کا اجلاس شوریٰ ۱۹/نومبر کو

ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب نے یہ اطلاع دی ہے کہ امارت شرعیہ کی مجلس شوری کا اجلاس ۱۹/نومبر ۲۰۱۷ء مرکزی دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں منعقد ہوگا، جس کے لئے دعوت نامہ جاری ہوچکا ہے، اور اجلاس کی تیاری کا کام شروع ہے، ۱۸/نومبر کو امارت شرعیہ کے مرکزی اور ذیلی دارالقضاء کے قاضی حضرات کی میٹنگ ہوگی، جس کی اطلاع بھی تمام قضاۃ کو بھیج دی گئی ہے، اس موقع سے ۲۰/نومبر کو وفاق المدارس الاسلامیہ اور المعہد العالی امارت شرعیہ کے ارکان وذمہ داران کی میٹنگ بھی طے پاچکی ہے، اجلاس اور میٹنگوں کی صدارت حضرت امیر شریعت مدظلہ فرمائیں گے، آپ نے تمام ارکان شوری ومدعوئین، قضاۃ اور دیگر میٹنگوں کے ارکان سے اپیل کی ہے کہ وہ وقت پر تشریف لاکر اپنے مفید مشوروں سے ادارہ کو فائدہ پہونچائیں۔

## ۱۱/۱۲/نومبر کو جہاں آباد، اروَل اور پٹنہ کے نقباء کا اجتماع

امارت شرعیہ کے تنظیمی ڈھانچہ کو مضبوط بنانے اور نقباء امارت شرعیہ کو اپنی ذمہ داریوں کے تعلق سے بیدار اور سرگرم رکھنے کے لئے ضلع اور بلاک کی سطح پر نقباء اور خواص کا اجتماع منعقد ہوا کرتا ہے، چنانچہ اسی سلسلہ کا ایک اہم اجتماع ۱۱/نومبر کو کائنات انٹرنیشنل اسکول کاکو جہاں آباد میں رکھا گیا ہے، جس میں ضلع جہاں آباد اور اروَل کے نقباء اور خواص کو شرکت کے لئے مدعو کیا گیا ہے اور ۱۲/نومبر کو ضلع پٹنہ کے نقباء اور خواص کا اجتماع المعہد العالی ہال امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں رکھا گیا ہے، ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب نے ان تینوں اضلاع کے نقباء اور خواص سے اپیل کی ہے کہ وہ اجتماع میں شرکت فرمائیں

## عبوری راحت کے بعد سیلاب زدگان کی بازآبادکاری میں تعاون

ماہ اگست کے بھیانک سیلاب سے شمالی بہار کے متعدد اضلاع خاص طور پر سیمانچل کے ضلع ارریہ، پورنیہ، کشن گنج اور کٹیہار میں تباہی کا جو دردناک منظر رونما ہوا، اس نے ہر دردمند انسان کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، امارت شرعیہ نے مصیبت کی اس گھڑی میں اپنی سابقہ روایت کے مطابق پہلے ہی دن سے متاثرین کو راحت پہونچانے کا کام شروع کردیا، ارریہ، پورنیہ، کشن گنج، کٹیہار اور مشرقی چمپارن کے دفاتر کے عملہ اور اس کے ذمہ داران کو راحت کے کام میں لگایا، نقباء اور اہل خیر کو متوجہ کیا، حکومت کے اہلکاروں سے متاثرین کے بچاؤ اور ان کی راحت رسانی کے لئے مسلسل رابطہ رکھا، اور ہر ممکن متاثرین تک کھانے کے سامان، سایہ کے لئے پلاسٹک اور ترپال، بچوں کے لئے دودھ کے پیکٹ اور بسکٹ، صاف پانی کے بوتل اور دوائیاں جیسی چیزیں پہونچانے کا اہتمام کیا، جس سے ہزاروں خاندان کو راحت ملی، اب جب لوگوں کے گھروں سے پانی اتر چکا ہے ایسے وقت میں بڑی تعداد ایسے خاندانوں کی ہے جو گھروں کے پانی میں بہہ جانے یا ٹوٹ کر گر جانے کی وجہ سے بے گھر ہوچکے ہیں، کچھ لوگوں نے جیسے تیسے اپنا چھپر تو ڈال لیا ہے لیکن اندر سے کافی پریشان اور بدحال ہیں، حضرت امیر شریعت مفکر اسلام مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ اور ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب جو شروع سے امدادی کاموں کے لئے فکرمند رہے ہیں، اب یہ فیصلہ کیا ہے کہ امارت شرعیہ کی طرف سے ایسے بے گھر اور خستہ حال لوگوں کی بازآبادکاری میں مناسب تعاون دیا جائے، اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ اس کام کے شروع کرنے سے پہلے عبوری راحت کے کاموں کا جائزہ لے لیا جائے اور اگلے کام کے لئے سروے رپورٹ بھی مکمل کرالی جائے، نیز مختلف اضلاع کے ریلیف کمیٹیوں سے اس سلسلہ میں ان کی رائے سے بھی واقفیت حاصل کرلی جائے، چنانچہ اسی غرض سے بحکم حضرت امیر شریعت راقم محمد سہراب ندوی نے ۲۸/تا ۳۱/اکتوبر ۲۰۱۷ء سیمانچل کے چاروں اضلاع کا دورہ کیا، ۲۸/اکتوبر کو دفتر دارالقضاء پورنیہ میں ریلیف کمیٹی پورنیہ کے ساتھ میٹنگ ہوئی، کمیٹی نے رپورٹ میں بتایا کہ عبوری راحت کے مرحلہ میں ضلع پورنیہ کے بلاک ڈگروا، بائسی، امور، بیسا، قصبہ اور جلال گڑھ کے ساڑھے تین ہزار سے زائد خاندانوں کو راحت کا سامان پہونچایا گیا اور بازآبادکاری کے لئے ۹۷/گاؤں کا سروے مکمل کرلیا گیا ہے، مولانا ارشد قاسمی قاضی شریعت پورنیہ نے کہا کہ امارت شرعیہ کی تحریک پر پہلے ہی دن سے ہم لوگوں نے راحت رسانی کا کام شروع کردیا اور کسی نہ کسی نوعیت سے ابھی تک یہ کام جاری ہے، اس میٹنگ میں ریلیف کمیٹی کے ارکان مولانا حسیب الرحمٰن، مولانا محمود الحسن رحمانی، مولانا شفیق عالم قاسمی، حافظ انوار کریم کے علاوہ، مولانا منظور ندوی، جناب تنویر عالم، جناب سمیع اللہ اور مولانا افتخار قاسمی وغیرہ نے شرکت کی۔ ۲۹/اکتوبر کی میٹنگ دفتر دارالقضاء کشن گنج میں منعقد ہوئی، جس میں ضلع کشن گنج میں ریلیف کے کاموں کا جائزہ لیا گیا، کمیٹی کے ارکان نے بتایا کہ راستوں کی دشواری کے باوجود ریلیف کمیٹی کے احباب نے نہایت ہی مستعدی اور احساس ذمہ داری کے ساتھ راحت رسانی کے کام کو انجام دیا اور جو وسائل میسر آئے اس کو استعمال میں لاکر ضلع کے چار ہزار خاندانوں تک راحتی سامان پہونچانے کا کام کیا، جس سے ایسی گھڑی میں جب لوگ دانے دانے کے محتاج تھے بڑی راحت ملی، ابھی اس موقع پر بھی تقریباً تین سو خاندانوں کے درمیان نئے کپڑے، ساڑھی، سوٹ، پینٹ، شرٹ، اور بچوں کے کپڑے اور کوٹ تقسیم کئے گئے، اگلے مرحلہ کے کام کے لئے کمیٹی کے ذریعہ ڈھائی سو خاندان کی فہرست تیار کی گئی ہے، میٹنگ میں جناب الحاج زاہد الرحمٰن صاحب، مظہر الحسن صاحب، محمد عرفان عرف شمو، مولانا فیض الرحمٰن ندوی، مفتی اسرار الحق قاسمی، قاضی ارشد قاسمی، مولانا رئیس احمد کے علاوہ شہر معززین اور علاقے کے علماء اور ائمہ نے شرکت کی۔ ۳۰/اکتوبر کو دفتر دارالقضاء رامپاڑہ کٹیہار میں ریلیف کمیٹی کی میٹنگ کا انعقاد ہوا، کمیٹی کے ارکان نے بتایا کہ امارت شرعیہ کی طرف سے راحت رسانی کی جو ذمہ داریاں امارت شرعیہ کی طرف سے ہم سبھوں کو دی گئی تھی ہم لوگوں نے پوری ذمہ داری کے ساتھ اس کو انجام دیا اور بلاک بارسوئی، اعظم نگر، کدوا اور بلرام پور جو خاص طور پر سیلاب سے متاثر ہوئے ان کے تین ہزار خاندانوں تک راحت کا سامان پہونچایا گیا، اگلے مرحلہ میں بازآبادکاری کا جو کام شروع ہونا ہے، کمیٹی کے ارکان نے اس کے لئے حضرت امیر شریعت کے فیصلہ کا خیرمقدم کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا کہ بلاشبہ اتنے بڑے پیمانہ پر بازآبادکاری میں تعاون کا فیصلہ یقیناً ایک حوصلہ مندانہ قدم ہے جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہے، میٹنگ میں الحاج زین العابدین صاحب، قاضی شمشیر احمد مظاہری، الحاج محبوب صاحب، جناب منظور صاحب، الحاج آفاق صاحب، ڈاکٹر گلاب صاحب، مولانا عبدالحق صاحب، مولانا جاوید صاحب، مولانا ارشاد صاحب اور مولانا ظفر صاحب کے علاوہ دیگر معززین نے شرکت کی۔

۳۱/اکتوبر کو بعد نماز مغرب دفتر دارالقضاء ارریہ میں ریلیف کمیٹی کی میٹنگ ہوئی جس میں الحاج اکرام الحق صاحب، ایڈوکیٹ زین الدین صاحب، ایڈوکیٹ منظور احمد صاحب، الحاج نسیم احمد صاحب، مولانا عتیق اللہ صاحب قاضی شریعت ارریہ، جناب کلام صاحب اور مولانا نور عالم صاحب وغیرہ نے شرکت کی، یہاں کی رپورٹ میں بتایا گیا کہ حضرت امیر شریعت کے حکم اور ناظم امارت شرعیہ کی ہدایت کے مطابق بڑے پیمانہ پر عبوری راحت کا کام کیا گیا اور تقریباً دس ہزار خاندانوں تک راحت کا سامان پہونچایا گیا، میری اس حاضری کے موقع پر بھی تین سو سے زیادہ افراد کے درمیان نئے کپڑے، سوٹ، اور کمبل تقسیم کئے گئے، بازآبادکاری کے لئے ضلع ارریہ میں سروے کام جاری ہے، امید ہے کہ اس ضلع میں بھی ڈھائی سو سے زائد خاندان کو اس منصوبہ کا فائدہ پہونچے گا، مذکورہ تمام میٹنگیں راقم کی صدارت میں ہوئیں، میٹنگ کے بعد خواص سے خصوصی ملاقاتیں کی گئیں، سفر کے دوران مختلف مقامات پر تھوڑی دیر ٹھہر کر لوگوں سے حالات معلوم کئے گئے اور کاموں کے تعلق سے جانکاری بھی لی گئی، مختلف جگہوں میں حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے انہیں اللہ پر بھروسہ کرنے، صبر سے کام لینے اور اعمال واحوال کی اصلاح کی تلقین کی اور کہا کہ نقصانات کی بھرپائی کرنے والی اصل ذات اللہ کی ہے، مختلف تنظیموں کے ذریعہ جو خدمت کی جارہی ہے یقیناً اس سے متاثرین کو بڑی راحت ملی ہے، تاہم ضرورت ہے کہ ہم بندے اللہ کو راضی کرنے کی فکر کریں، ایسی آزمائشوں سے اللہ کی پناہ چاہئیں تو یقین ہے کہ اللہ ایسی پریشانیوں سے محفوظ رکھے گا اور نقصانات کا نعم البدل بھی عطا کرے گا، امارت شرعیہ ایک غیر سرکاری تنظیم ہے جو اپنی ہمت اور حوصلہ کے مطابق محدود وسائل کے باوجود آپ کی خدمت میں لگی ہے، آپ دعا کیجئے کہ اللہ اس ادارہ کو استحکام بخشے اور اس کے اکابر کی عمر وصحت میں برکت عطا فرمائے۔ اس دورہ کا بہت اچھا اثر ہوا اور میڈیا نے بھی خبروں کو بہتر طور پر شائع کیا۔

eeb\Naqueeb Final Copies From 25 septmeber to 25 December2017\06.11.2017 Naqueeb.inp 07/04/39 12:02 & PAGE 11 (1,1)



# آزادی اور فسادات کی قانونی حیثیت

وسیم فاروق اعظمی

مساوات اور برابری کے تصور کو لیے بغیر جمہوریت کی عمارت کھڑی نہیں ہوسکتی، آئین کے بنیادی حصوں میں ایک اہم حصہ مساوات ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ملک کے تمام شہری حکومت کی نظر میں برابر ہیں، ان میں کسی طرح کی کوئی تفریق نہیں کی جاسکتی، ہر شخص کو آزادی کے ساتھ زندگی گزارنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔

ہندوستان اپنی گوناگوں خصوصیات اور رنگ برنگ تنوعات کی وجہ سے دنیا میں ایک امتیازی مقام رکھتا ہے، یہاں مختلف مذاہب کے ماننے والے صدیوں سے رہتے چلے آئے ہیں۔ ہندوستان جس قدر اپنے رقبے کے اعتبار سے وسیع ہے، اسی طرح اپنی تہذیب، ثقافت اور تمدن کے لحاظ سے بھی وسیع ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق ہندوستان کا رقبہ بتیس لاکھ مربع کلومیٹر پر محیط ہے، آبادی بھی ایک سو چھبیس کروڑ کے آس پاس ہے، اس قدر وسیع وعریض اور کثیر آبادی والے ملک میں، ہر سو کلومیٹر پر زبان بدل جاتی ہے، رہنے سہنے کے طریقے جدا ہوتے ہیں لیکن ہندوستان کا آئین سب کا لحاظ کرتے ہوئے سب کو آزادی سب کو مساوات عطا کرتا ہے۔ آزادی کے بعد بڑے بڑے دانشوروں نے مل کر لوگوں کے لیے وہ بنیادی دستور بنائے جس میں آزدی اور مساوات کے تعلق سے خاص باتیں درج ہیں تاکہ کسی کے ساتھ ناانصافی، ظلم اور زیادتی نہ ہو، اس کو آئین میں نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ اب مساوات اور آزادی کی معنوی اور قانونی حیثیت کو ذرا سمجھا جائے:

مساوات کا مطلب ہے کہ ہر انسان کو ترقی کرنے اور اپنی فطری قوتوں اور صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کے پورے پورے مواقع حاصل ہوں۔ مساوات کو چھ قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اول قدرتی مساوات، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شہری بہ حیثیت انسان برابر ہے، اس لحاظ سے چھوٹے بڑے امیر غریب سبھی برابر ہیں، اس میں کسی طرح کی کوئی تفریق نہیں ہونی چاہیے لیکن یہ مغالطہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ ہر شخص ہر اعتبار سے یکساں ہے، ظاہر ہے یہ تو صحیح ہو نہیں سکتا، مثلا ایک تعلیم یافتہ ہے دوسرا علم سے عاری ہے، ان دونوں کو ایک جیسا کہنا حماقت سے خالی بات نہیں ہوگی۔ بسا اوقات اس معاملہ میں بڑی واضح غلطی کی جاتی ہے، اس لیے اس کو خوب اچھی طرح سمجھنا چاہیے۔ آج کل بحث ومباحثہ میں یہ بات کچھ متعصب ذہنیت کے لوگوں کے منہ سے نکل جاتی ہے کہ اسلام میں مرد وعورت میں آزادی اور مساوات کو لے کر تفریق کی گئی ہے حالاں کہ ہر اعتبار سے ایک مرد دوسرے مرد کے برابر نہیں ہے، پھر عورتوں اور مردوں کو ہر حیثیت سے کیسے بالکل ایک جیسا کہا جاسکتا ہے، اس غلط فہمی کے ازالہ کے لیے ارباب فکر ونظر کو تحریری وتقریری اقدامات کرنا چاہیے، آج کے دور میں اس کی شدید ضرورت ہے۔ دوسری قسم سیاسی مساوات، اس کا صریح مطلب ہے کہ ہر شہری کو ملک کے انتظام میں بلا کسی امتیاز کے حصہ لینے کا حق حاصل ہے، وہ اپنی آزادی کے ساتھ جسے چاہے ووٹ کرے اور سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا بھی مستحق ہے۔ کسی بھی ملازمت کے لیے اہلیت کی جو شرطیں رکھی گئی ہیں وہ پائی جانے پر بلا کسی بھید بھاؤ کے اس کو نوکری دی جانی چاہیے۔ کوئی بھی جرم کرے تو جو سزا آئین ہند نے متعین کی ہے اس کی رو سے سزا دی جائے گی، اور یہ کام عدالت کے ذمہ ہوتا ہے، یہ ہندوستان کی عدالت ہی ہے جس نے قانون کی رو سے گرمیت رام کو زناکاری کی سزا دیدی، لاکھ بچانے والے دہائی دیتے رہے لیکن قانون نے اپنا کام کرکے دکھا دیا۔ تیسری بات شہری مساوات ہے اس میں ہر شہری کو بلا کسی امتیاز وتفریق کے شہری حقوق حاصل ہیں، جان، مال، عزت اور آبرو کی حفاظت وصیانت کی گارنٹی دی جائے اور اسے انصاف ملے اور قانون کی نگاہ میں سارے شہری برابر ہیں۔ چوتھی بات سماجی مساوات، اس سے مراد یہ ہے کہ ذات پات، رنگ ونسل اور مذہب یا گروہ کی بنا پر کسی شہری سے کسی قسم کا ترجیحی سلوک روا نہ رکھا جائے، چھوت چھات کو تو کوئی جگہ ہے ہی نہیں جمہوریت جیسے ملک میں۔ پانچوی چیز تمدنی مساوات، تہذیب وتمدن اختیار کرنے کا ہر ملت کو حق حاصل ہے۔ اس کا پورا لحاظ کیا جائے۔ چھٹی بات معاشی مساوات اس کا بھی بڑا اہم مقام ہے، اس میں یہ بات درج ہے کہ دولت کی جائز اور منصفانہ تقسیم کی جائے یہ نہ ہو کہ ساری دولت سمٹ کر چند لوگوں کو مل جائے اور یہ لوگ عیش وعشرت کی زندگی گزاریں اور باقی لوگ پریشانی میں مبتلا رہیں۔

مساوات کے ان اقسام کو نگاہوں کے سامنے رکھ کر ہندوستان کا موجودہ منظر نامہ ملاحظہ کیا جائے کہ آج پسماندہ طبقات کو کس طرح ظلم وزیادتی کا نشانہ بنایا جارہا ہے، پچھلے تین سالوں میں اتر پردیش اور گجرات وغیرہ میں مساوات کے خلاف درجنوں حادثات درج کیے گئے ہیں یہ کس قدر تشویشناک بات ہے۔ گزشتہ سال ؛اونا؛ حادثہ کے بعد راج کوٹ میں وزیر اعظم صاحب کو بولنا پڑا کہ دلتوں کو مت مارو، مجھے گولی مار دو، گجرات میں دلت برادری کافی خفا ہیں گجرات ہی نہیں ملک کے زیادہ تر حصوں میں پسماندہ طبقات کے لوگ غمزدہ ہیں، شاید ان میں اعتماد بحال کرنے کے لیے صدر جمہوریہ کا انتخاب دلت برادری سے ہی کیا گیا تاکہ بھارتی جنتا پارٹی کی حمایت سے وہ پیچھے نہ ہٹیں لیکن وہ حمایت کریں گے یا نہیں کریں گے، یہ تو گجرات کا الیکشن طے کرے گا اور پورے ہندوستان میں 2019 کے انتخابات فیصلہ کریں گے۔

مسلسل ہونے والے ناخوش گوار واقعات پر عدالت عظمی نے گہرے افسوس کا اظہار کیا تھا یہاں تک کہ گاؤ رکشا وغیرہ کے بارے میں شدت پسند تنظیم کے حوالہ سے کئی تجاویز حکومت ہند کے سامنے پیش کی تھی۔ ایک رپورٹ کے مطابق 1995 سے 2015 تک 9926 حادثات جو عدم مساوات کو ظاہر کرتے ہیں پیش آئے ہیں، اس تعداد کے اعتبار سے 473 حادثہ ایک سال کا بنتا ہے، یہ کس قدر دہلانے دینے والی حقیقت ہے، کیا یہ صوبائی اور مرکزی حکومت کے لیے لمحہ فکریہ نہیں ہے، کیا اب بھی اس سلسلہ میں پیش رفت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہندوستان کے آئین کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانی آئین کے دفعہ 14 سے 18 تک آزادی اور مساوات جیسی چیزیں مذکور ہیں۔ دفعہ 25 مذہبی آزادی، 29 کلچرل آزادی اور دفعہ 30 میں مذہب کے متعلق ادارے وغیرہ قائم کرنے کے تعلق سے اہم چیزیں درج ہیں اور آج انہیں باتوں کو لے کر نفرت پھیلائی جارہی ہیں۔ حکومت ہند کی ذمہ داری ہے کہ تمام شہریوں کو مساوات عطا کرے اور ان کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت کے اہم اقدامات کرے اور قانون کو اتنا سخت کرے کہ کسی کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی ہمت نہ ہو، وہ تمام لوگ جو کسی مخصوص پارٹی کا لبادہ اوڑھ کر خود ہی پولس اور افسر بنتے پھرتے ہیں ان کے خلاف سخت قدم اٹھایا جائے، اس لیے کہ آج ماحول کو امن وآشتی کی سب سے زیادہ ضرورت ہے، سیاست تو نفرت کی دیوار کھڑی کرکے تفرقہ ڈالنے مین لگی ہے، اس پر روک لگائی جائے۔

---

**بقیہ بھوک** ...... نیتی آیوگ نے 640 اضلاع میں سے عدم غذائیت کے شکار 110 اضلاع کی فہرست جاری کی ہے اور ان اضلاع میں پانچ سال سے کم عمر کے بچے باڈی ماس انڈکس کو 37.5 کے بجائے 20.5 تک پہونچانا ہے، یہ کوشش کتنی کامیاب ہوگی اس کے بارے میں کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا۔

ہندوستان غذائی اجناس کی فراہمی میں خود کفیل ہے، لیکن المیہ یہ ہے کہ فوڈ کارپوریشن آف انڈیا کے گودام جدید سائنسی انداز میں غلوں کا تحفظ نہیں کر پارہے ہیں، جس کی وجہ سے کروڑوں ٹن اناج خراب ہوکر برباد ہوجاتا ہے اور کھانے کے کام کا نہیں رہتا، گذشتہ چار مالی سالوں کے جائزہ کا حاصل یہ ہے کہ 20 ہزار 776 میٹرک ٹن اناج برباد ہوگیے، جن میں گیہوں چاول دونوں شامل ہیں، اس سلسلہ میں سرکار کو کوئی میکانزم اور طریقہ کار بنانا چاہیے تاکہ اس بربادی کو روکا جا سکے، یہی حال پکے ہوئے کھانے کا ہے، ایک سروے کے مطابق چالیس فی صد پکا ہوا، کھانا سڑ گل کر ڈسٹ بین کی نظر ہوجاتا ہے یا بغیر سڑے ہوئے ہماری بے احتیاطی اور تقریبات میں کھلانے کے بوفے سسٹم کی وجہ سے پھینکا جاتا ہے، ان کھانوں کو سڑنے سے بچا کر غریب اور بھوک مری کے شکار لوگوں تک پہونچا دیا جائے تو ہزاروں لوگوں کو بھوک مری سے نجات مل سکتی ہے، اس کے لیے سماج کو حساس ہونا ہوگا اور بھوک سے تڑپتے انسانوں کے دکھ درد کو سمجھنا ہوگا، اس کے لیے عملی جدو جہد کرنی ہوگی۔

کھانا برباد نہ ہو، اس کے لیے اسلام میں سخت ہدایات موجود ہیں، دسترخوان پر گرنے والے ایک ایک دانے کو چن کر کھانے کی تلقین کی گئی ہے، کھانا کو خراب ہونے سے بچانے کے لئے مختلف طریقہ کار پر زور دیا گیا ہے، خالصا لوجہ اللہ غریبوں، یتیموں مسکینوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب دی گئی ہے اور جہنمیوں کی زبان سے یہ بیان کروایا گیا کہ ہمارے جہنم میں داخل ہونے کے مختلف اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے، اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ بھوکوں کو کھانا کھلایا جائے اور ان سے کسی بدلے یا کلمات شکر کی امید نہ لگائی جائے، اسلامی تعلیمات پر عمل کرکے بھوک مری پر بڑی حد تک قابو پایا جاسکتا ہے، کاش ہمارے حکمراں بھی اس حقیقت کو سمجھ لیتے۔

**بقیہ صوفیہ** ...... اور پھر ساری معلومات حاصل کرکے دشمن سعودی حکومت کے حوالہ کردے جو اس ملک کے لیے خطرناک ہو، ایک اور خرابی یہ آسکتی ہے کہ عورتوں میں حجاب اتار پھینکنے اور بے پردگی کا خیال اس مشینی عورت کو بے حجاب دیکھ کر پیدا ہوجائے، یہ ممکن ہے کہ حسین عورت کے قالب میں ڈھلی یہ مشینی عورت اپنے ناز وادا سے مردوں کو اس طرح متاثر کرے جیسی حقیقی عورتیں کرتی ہیں، اگر ایسا ہوا تو وہاں کی تہذیب وثقافت جس کی اساس وبنیاد اسلام ہے، ختم ہوکر رہ جائے گی، ولی عہد محمد بن سلمان جس طرح کام کررہے ہیں، اس سے تو کچھ ایسا ہی لگتا ہے۔


## ہفتہ وار ”نقیب“ کے لیے مینیجر کی ضرورت

## درخواستیں مطلوب

امارت شرعیہ کا ترجمان ہفتہ وار اردو اخبار ”نقیب“ تسلسل کے ساتھ ۸۶ سالوں سے شائع ہورہا ہے اور اردو داں حلقہ میں اسے کافی پذیرائی حاصل ہے۔ امارت شرعیہ کو اس اخبار کے مینیجر کے عہدہ کے لیے ایک باصلاحیت وتجربہ کار شخص کی ضرورت ہے۔ خواہشمند حضرات جلد سے جلد اپنی درخواست مع بایوڈاٹا دفتر امارت شرعیہ میں بھیج دیں۔ ایسے لوگوں کو ترجیح دی جائے گی جو کسی اخبار سے وابستہ رہے ہوں اور اس کام کا کم از کم ۵ سال کا انتظامی تجربہ رکھتے ہوں۔ درخواست بنام امیر شریعت دی جائے اور مندرجہ ذیل پتے پر بذریعہ ڈاک ارسال کیا جائے۔ امیدواروں کا انٹرویو مورخہ ۲۱/نومبر ۲۰۱۷ء مرکزی دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں ہوگا۔

Nazim Imarat Shariah Phulwari sharif, Patna-801505

یا nazimimaratshariah@gmail.com پر ای میل کردیا جائے۔

مزید معلومات کے لیے مندرجہ ذیل فون نمبر پر دفتر کے اوقات صبح ۹/ بجے سے شام ۵/ بجے تک رابطہ کرسکتے ہیں:

0612-2555668,2555351


جلد نمبر 65/ 55/ شمارہ نمبر 43 پرنٹر پبلیشر سہیل احمد ندوی نے جی ایم آفیسٹ پریس دریاپور پٹنہ 9934188997 میں چھپوا کر ہفتہ وار نقیب امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ ۸۰۱۵۰۵ سے شائع کیا۔

**WEEK ENDING 06/11/2017**

فون نمبر 2555351,2555014,2555668 فیکس 0612-2555280

E-mail: nazimimaratshariah@gmail.com

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی
(علامہ اقبال)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND

THE **NAQUEEB** WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-15-17
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

# عالم اسلام پر قبضہ کا تخیل

مولانا سید محمد واضح رشید ندوی

عالمی تحریک کے جائزہ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آٹھویں صدی عیسوی سے لے کر پندرہویں صدی عیسوی تک مسلمان علم وفکر کے علم بردار رہے، یعنی سات صدیوں تک مسلمان علم وفن، فکر وادب اور تہذیب وتمدن کے میدان میں دنیائے انسانیت کی قیادت کرتے رہے، اس طویل عرصہ میں بڑے بڑے حکماء، فلاسفہ، علم وادب اور فکر وفن کے تمام تر میدانوں کے شہسوار وباکمال پیدا ہوئے، ان میں اہل تدبیر وحکومت بھی ہیں اور قائدین وحکمراں بھی، اسلامی علوم وفنون اور تہذیب وتمدن کی مدد سے یورپ میں جو بیداری آئی، اس کا آغاز سولہویں صدی عیسوی میں ہوا اور اٹھارہویں صدی عیسوی میں وہ اپنے اوج کمال کو پہنچ گئی۔

اٹھارہویں صدی عیسوی کو روشن دور Age of Enlightenment کہا جاتا ہے، یہی وہ زمانہ ہے جس میں یورپی مفکرین نے مذہب وکلیسا اور قدیم روایات سے ہٹ کر اپنے علم وتجربات، آزاد مطالعہ اور عقل محض کی روشنی میں انسانی زندگی کے تمام شعبوں کا جائزہ لیا، اس تنقیدی مطالعہ کے نتیجہ میں تمام سابقہ معروف ومقبول افکار ونظریات، مذہبی اقدار وروایات اور کلیسا کو تلخ تنقید بلکہ تخریبی تنقیدوں کا سامنا کرنا پڑا، مفکرین ماضی کی ہر چیز کو ختم کرنے کے درپہ ہوگئے اور قدیم اصول ومبادی اور مسلمات کو شک کی نگاہ سے دیکھا، اس رویہ نے انسانی زندگی اور اس کی بنیادوں کو بڑا نقصان پہنچایا، نتیجہ یہ ہوا کہ انسان کے فکر ونظر میں ایک بھونچال آگیا؛ لیکن کئی پہلوؤں سے یہ انقلاب سودمند بھی ثابت ہوا۔

ایک طرف وولٹیر Voltaire نے نمائندہ حکومت کا تصور پیش کیا تو دوسری طرف جان جاک روسو Jean Jacques Rousseau نے آزادی تعلیم اور جمہوریت کا تصور پیش کیا، ان دونوں نے یورپی سوسائٹی میں ایک ایسے فکری انقلاب کو جنم دیا جو شورش وبغاوت کا سبب بن گیا، سب سے پہلے فرانس میں یہ انقلاب رونما ہوا، جس نے پورے یورپ کو متأثر کیا، حالانکہ اس سے قبل انگلینڈ میں جمہوری حقوق کی بازیابی کی کوششیں ہوچکی تھیں، چنانچہ 1688 میں برطانیہ میں انقلاب آیا اور تقلیدی نظام Classical Regime میں بعض اصلاحات عمل میں آئیں؛ لیکن 1789 میں ہونے والا فرانسیسی انقلاب ایک طاقتور اور عظیم انقلاب ثابت ہوا، اس انقلاب میں بڑا خون خرابہ ہوا اور اخیر میں متوسط درجہ کے لوگ حکومت پر قابض ہوگئے، پھر دیگر یورپی ممالک میں واقعات وحوادثات رونما ہوئے، اس انقلاب نے فرد کی آزادی کی صدا بلند کی اور فرد کی خواہش ورغبت کو ہر نظام کی اصل قرار دیا، خواہ وہ سیاست ومعیشت سے متعلق ہو یا تعلیم وسماج سے یا پھر اخلاق وتربیت سے، اس انقلاب نے مالیاتی نظام میں سرمایہ دارانہ نظام، سیاست میں پارلیمنٹری نظام اور دین واخلاق کو ہر نظام سے الگ تھلگ رکھنے کے نظریہ کو فروغ دیا۔

1789 کے انقلاب کے بعد فرانس میں متعدد حکومتوں کا قیام عمل میں آیا اور 1792 تک کئی بار سیاسی اتار چڑھاؤ سے اس کو گذرنا پڑا، اس کے بعد زمام حکومت ان لوگوں کے ہاتھ آئی، جو مہم جو اں اور جانباز قسم کے لوگ تھے، ان جانبازوں کا مطمح نظر نئے علاقوں پر یلغار اور ان کی تسخیر تھا، ان بلند ہمت حکمرانوں میں نپولین کا نام سرفہرست ہے جو یورپ کے بعض ممالک سے لڑتا ہوا 1797 میں مصر میں داخل ہوا، ادھر انگلینڈ میں جمہوری حقوق کی خاطر کئی بغاوتیں ہوئیں اور 1847 میں دنیائے یورپ کے مختلف ممالک میں بغاوتوں کی فضا عام ہوگئی، مجبوراً یہ ممالک سیاسی اور اقتصادی نظام میں اصلاحات کرنے پر رضامند ہوگئے، اصول عامہ میں بھی تبدیلی آئی، جن میں سرفہرست وہ نظام تعلیم تھا جس نے آزادئ فرد کی تحریک سے خاصا اثر قبول کیا تھا، زندگی کے مسائل ومشکلات کو حل کرنے کے لیے اہل علم نے علم کا راستہ اختیار کیا اور نئے آفاق وگوشے تلاش کئے اور ان علمی وتحقیقی موشگافیوں وسرگرمیوں کے سبب یورپ برق رفتار ذرائع آمد ورفت کو حاصل کرنے اور لوہے کی صنعت کو ترقی دینے کے قابل ہوگیا اور اس کے ساتھ ساتھ زندگی کے تمام میدانوں میں پسماندہ ممالک پر اس علمی ترقی کے ذریعہ قبضہ کرلیا۔ 15 مارچ 1672 کو ایک جرمن مفکر لیبنیز Leibniz (۱۶۴۶-۱۷۱۶ء) نے لویس چودھویں Louis XIV کو ایک خط لکھا، جس میں اس نے لویس چودہویں کو جرمنی کے بجائے مصر پر حملہ کے فوائد سمجھائے، اس خط میں تحریر ہے:

''میں آپ کی توجہ ایک پلان کی طرف متوجہ کرانا چاہتا ہوں، یہ مصر پر حملہ اور قبضہ کا پلان ہے، مصر کے علاوہ دنیا میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے، جس پر قبضہ کرنے سے پورے عالم پر قبضہ کیا جاسکتا ہو اور ساری دنیا کی تجارت اپنے قبضہ میں آسکتی ہو، یہ کثیر آبادی اور زرخیز زمین والا ملک ہے، جس کی مثال ملنا مشکل ہے، یہ قدیم زمانہ میں علم وتمدن کا مرکز رہا ہے اور خدا کی نعمتوں کا حامل؛ لیکن اب یہ مسلمانوں کے قبضہ میں ہے، جو ہمارے دشمن ہیں، یہ کیوں مسیحیت سے محروم رہے، یہ ایشیا اور افریقہ کے درمیان پل کی حیثیت رکھتا ہے، اس کے ذریعہ ہم ایشیا اور افریقہ پر قبضہ کرسکتے ہیں، یہ بحر احمر Red See اور بحر ابیض Mediterranean کے درمیان حائل ہے، پورے مشرق تک پہونچنے کا راستہ ہے، آپ کے لیے مصر پر قبضہ آسان ہے، قسطنطنیہ پر ترکوں کا قبضہ ہے، لیکن اگر مصر پر ہنگامی حملہ کیا جائے تو خلافت عثمانیہ کے لیے اس کی مدد کرنا مشکل ہے، اس کے علاوہ مصر وسیع ریگستانی علاقوں سے گھرا ہوا ہے''۔ (معالم التاریخ الاسلامی: ۴۲، انور الجندی)

عالم اسلام میں مغربی استعمار کا آغاز سترہویں صدی میں ہوا، حالانکہ مغربی ہندوستان کے ساحلی علاقے سولہویں صدی عیسوی میں پرتگالیوں کے قبضہ میں آگئے تھے، ہالینڈ کے باشندے تاجروں کی حیثیت سے انڈونیشیا پہنچے، کچھ مدت گذرتے ہی سترہویں صدی عیسوی میں انہوں نے انڈونیشیائی باشندوں پر زیادتیاں کیں اور ان کو اپنا غلام بنالیا، اٹھارہویں صدی عیسوی میں انگریزوں نے مختلف ذرائع اختیار کر کے ہندوستان کے بعض علاقوں کو اپنے قبضہ میں لیا اور 1857 میں پورا ہندوستان انگریزوں کے ہاتھوں میں چلا گیا اور مغلوں کی حکومت زوال کا شکار ہوگئی۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں روس نے عثمانی حکومت کے زیر اقتدار جزیرہ نمائے خرم پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد سائبریا پر قبضہ کرلیا، انیسویں صدی عیسوی میں برطانیہ نے جنوبی جزیرۂ عرب اور اس کے مشرقی ساحل پر اور اس کے بعد مصر وسوڈان پر اپنا تسلط جمالیا، اسی صدی میں فرانسیسیوں نے شمالی افریقہ اور اس کے بعض درمیانی خطوں پر قبضہ کرلیا، بیسویں صدی میں روس نے عثمانی خلافت کے زیر اثر مسلم ریاستوں (آذربائیجان، ترکمانستان، ازبکستان، قیرغستان، قزاقستان، داغستان) پر قبضہ کیا، 1832 میں فرانس الجزائر پر قابض ہوا، اس کے بعد شام اور لبنان پر بھی فرانسیسیوں کا قبضہ ہوگیا اور پھر لیبیا بھی بیسویں صدی کے آغاز میں اٹلی کے قبضہ میں آگیا اور اخیر میں آستانہ میں عثمانی سلطنت نے دم توڑ دیا۔

ہندوستان میں انگریزوں کے اثر ورسوخ کی ابتداء سترہویں صدی عیسوی کے آغاز میں ہوئی، شکل یہ بنی کہ بعض تاجروں اور ڈاکٹروں نے ہندوستان کا رخ کیا، مغل قصر حکومت سے انہوں نے تعلقات قائم کئے اور بعض حکمرانوں کا بھروسہ حاصل کیا، اس اثر ورسوخ نے اس وقت اور وسعت اختیار کرلی، جب 1600 میں لندن میں قائم ہوئی ایسٹ انڈیا کمپنی کے نمائندہ کی حیثیت سے جون میلڈنہال John Mildenhall آگرہ پہونچا اور 1608 میں بعض تجارتی مراعات حاصل کرلیں، یہ سہولتیں اور بڑھیں، جس کے نتیجہ میں تاجران برطانیہ سے ٹیکس اور درآمدات پر لئے جانے والے محصول کو ختم کردیا گیا، تجارتی، سائنسی اور تعلیمی سرگرمیوں کو انجام دینے کے لیے کچھ مقامات ان کے لیے مخصوص کردیئے گئے، بنگال میں ان کا اقتدار بڑھا اور جنوبی ہندوستان میں ایک شہر بسانے کے معاہدہ کو آخری شکل دے دی گئی، بہار وبنگال میں انہوں نے اپنی کچھ کالونیاں قائم کیں اور 1757 میں میر جعفر کی غداری کے بعد بنگال کے علاقوں پر ان کا قبضہ ہوگیا، اس سے پہلے 1688 میں انگریزوں نے بنگال پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے ایک سازش رچی تھی؛ لیکن اس میں وہ ناکام ثابت ہوئے، ہندوستان کے مختلف علاقوں میں چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی بنیاد ڈال کر انگریزوں نے خوب فائدہ اٹھایا اور 1707 میں اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد انگریزوں نے حکمرانوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکایا، آپس میں لڑایا اور پھر کسمپرسی کی انتہائی حالت سے گذر رہے پایۂ تخت سے ان علاقوں کو الگ کردینے کے لیے بغاوتیں کیں۔ ہندوستان کی خارجی تجارت پر انگریزوں کا مکمل قبضہ 1759 میں ہوا اور ڈچ کے پسپا ہونے کے بعد پانڈیچیری Pondichery بھی ان کے قبضہ میں آگیا۔ رابرٹ کلائیو Robert Clive اور واٹسن Worsin نے انگریزی افواج کو جمع کیا اور جب وارن ہاسٹنگ Worren Hastings (۱۷۳۲-۱۸۱۸ء) حاکم بنگال کی حیثیت سے ہندوستان آیا تو اس نے تعلیمی، عدالتی نظام اور معیشت کے نظام میں بعض اصلاحات کیں اور 1781 میں کلکتہ مدرسہ Calcutta Madrasa کی بنیاد رکھی، 1792 میں ٹیپو سلطان (متوفی ۱۷۹۹ء) کی فوجوں کو شکست دے کر جنوبی ہندوستان پر بھی قبضہ کرلیا۔ 1793 میں انگریزوں نے کچھ انتظامی اصلاحات نافذ کیں اور اپنے غلبہ وتسلط کو مضبوط کیا، شرعی عدالتوں کو برطانوی عدالتوں میں تبدیل کیا، ہندوستانیوں پر پابندیاں عائد کیں، اعلیٰ عہدوں پر ان کے داخلہ کو ممنوع قرار دیا، انگریزی زبان کے سرکاری زبان ہونے کا فرمان جاری کیا اور 1837 میں فارسی زبان پر عمل کو بند کردیا۔

1856 میں اودھ Avadh پر بھی گوروں کا قبضہ ہوگیا، 1857 میں پایۂ تخت دہلی ان کے قبضہ میں آگیا اور 1858 میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت قائم ہوگئی اور اس کی جگہ وائسرائے Viceroy کا نظام قائم ہوا اور پورا ہندوستان برطانوی سامراج کے قبضہ میں آگیا۔